ختم نبوت اور
فضیلت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر
نہایت جامع و
محققانہ کتاب

تحذیر النّاس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
مع تکملہ
حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

دار الاشاعت
اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

إِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ
نانوتوی مزیل الالتباس اور موضح اثر ابن عباس مسمّٰی بہ

تحذیر الناس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی

ختم نبوت اور فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر نہایت جامع و محققانہ کتاب

مع تکملہ

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

ناشر

دار الاشاعت اردو بازار کراچی ۱

فون ۲۱۳۷۶۸

باہتمام محمد رضی عثمانی
ناشر دارالاشاعت کراچی
طباعت مشہور پریس کراچی
قیمت:



ملنے کے پتے
دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی علا
مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی - لاہور

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی در بارۂ قول ابن عباس جو در منثور وغیرہ میں ہے۔ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم و عیسیٰ کعیساکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقے میں مخلوق خدا ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم کے ثابت نہیں۔ اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں۔ آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفتاء یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں۔ اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین و سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء

سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا
کہ تقدم یا تأخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا۔ ہاں اگر اس وصف
کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ
خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے
کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے
آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ
اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا
اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا
احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں [۲] اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔
باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل
جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان
محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا۔
جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار
دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں
متصور نہیں اگر سد باب مذکور ہی منظور تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ
بنا خاتمیت اور بات پر ہے۔ جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا
ہے۔ اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف
بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض
کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی
ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب
اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجیے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر
آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف

[۲] اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں ۱۲

ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی یا اینہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم
کہو وہی موصوف بالذات ہوگا۔ اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور
کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ
ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو
یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی یعنے بالعرض ہیں اور
یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں
اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتی تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا
علے الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔ سو اسی طور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف
نبوت بالذات ہیں۔ اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی
نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم
ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی
کہ بشہادت۔ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول
مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور انبیاء کرام علیہ و علیہم السلام سے آپ پر
ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد
فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد
نزول حضرت عیسےٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے ادھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب
مشیر ہے شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح
ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور۔ لیکن وہ سب علوم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور پر با ایں
ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلعم
اور انبیاء باقی کو سمجھئے۔ پر ظاہر ہو کہ سمع و بصر اگر مدرک عالم ہیں تو بالعرض

ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی ہے اسی طرح سے
عالم حقیقی رسول اللہ صلعم ہیں اور انبیاء باقی اور سواولیاء اور علماء گزشتہ و مستقبل
اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات
علمی ہیں سے ہے کمالات عملی میں نہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں
میں منحصر ہے ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنا ر مدح کل انہیں دو باتوں پر
ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور
شہداء اور صالحین جنمیں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو علمی ہے اور شہداء
اور صالحین کا کمال عملی انبیاء کو تو منبع العلوم اور قابل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور
قابل سمجھیے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال
فرمائیے۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو
علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی
ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی
ہوں تو یہ معنے ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر
کوئی ملقب ہوتا ہے*مرزا جان جاناں صاحب* شاہ غلام علی صاحب شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر
مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر تو
ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا
ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں سے علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور
ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو۔ بہرحال علم میں انبیاء
اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق
صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے چنانچہ لفظ نبأ و صدق بھی ماخذ اوصاف مذکورہ ہے
اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو کہتے ہیں۔ جو اقسام علوم یا معلوم میں سے ہے اور

* تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔

صدق اور صاف علم میں سے پر نبوت اور صدیقیت میں وہی فرق فاعلیت اور قابلیت
جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی
جس کا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابوبکر کے
سینہ میں ڈالدیا۔ اس پر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ خبردار یا
خبردار کرنے والا ہوتا ہے صدیق کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عقل بجز
قول صادق قبول نہیں کرتی۔ قول صادق بے دلیل اس طرح قبول کر لیتا ہے جس
طرح مٹھائی کو معدہ اور قول باطل سے اس طرح گھبراتا ہے اور اس طرح اس کو رد
کرتا ہے جیسے ملتی کو معدہ رد کرتا ہے۔ یہی تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانے کے لئے معجزہ
کی ضرورت نہ ہوئی علی ہذا القیاس مصداق شہید بدلالت حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء
کلمۃ اللہ اور ترقی دین کے لئے جان دینے کو تیار ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعضے آدمی طمع مال میں لڑتے ہیں اور بعضے بوجہ عصبیت
یعنی بوجہ قرابت و حمیت قومی اور بعضے بغرض ناموری ان میں سے شہید کون ہوتا
ہے تو آپ نے فرمایا من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا غرض شہادت اس
صورت میں عوارض ہمت اور قوت عملی میں سے ہوئی اور شہید اول درجہ کا آمر بالمعروف
اور ناہی عن المنکر ہوا اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہیں یعنے بروز
قیامت وہ شاہد ہوگا۔ کہ فلانا شخص حکم خدا مان گیا تھا۔ اور فلانے نے نہیں مانا
کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کو ہو سکتی ہے اتنی
اوروں کو نہیں ہو سکتی اور اس کی گواہی اسباب میں ایسی سمجھئے جیسے کسی مقدمہ میں
سرکاری ملازمان کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق میں یہ فرمانا۔ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر اور ادھر یہ ارشاد وکذلک
جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس سے غور کیجئے تو اسی جانب مشیر ہے
غرض شہید سے فیض عمل ہوتا ہے یعنی بھلے عمل اوروں سے کراتا ہے۔ اور برے
عملوں سے روکتا ہے۔ سو جو شخص اس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر ہے

که اہتمام اعمال کے باب میں وہی کر سکتا ہے جو خود اعمال میں پکا ہے سو بوسیلہ
امر و نہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے
اور جو اس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو خود
معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات علمی میں سے ہوئی اور در بارہ علم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات ہوئی تو در بارۂ نبوت بھی آپ موصوف
بالذات ہوں گے۔ اور یہ آیہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم میں جو لفظ
مصدق لما معکم ہے تو اس سے بعد لحاظ اس بات کے یہ خطاب تمام انبیاء کرام
علیہم السلام کو ہے اور کلمہ ما اس جگہ ایسا عام ہے کہ تمام علوم اور کتب کو شامل یہ
بات اور بھی موجہ ہو جاتی ہے کہ نبوۃ کمالات علمی سے ہے کہ اور آپ جامع العلوم
ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں غرض جو بات حدیث علمت علم الاولین سے ثابت
ہوتی تھی مع شئے زائد آیہ مذکورہ سے ثابت ہے سو ایک تو یہی بات زائد ہے کہ نبوت
کا کمالات علمی میں سے ہونا اس سے ظاہر ہے کیونکہ رسول کی صفت میں یہ فرمانا کہ
مصدق لما معکم جو لاجرم منجملہ کمالات علمی ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے
اس جانب مشیر کہ اس رسول کا علم ایسا عام ہوگا پھر بایں ہمہ لفظ رسول سے
بایں نظر کہ زبان عربی میں پیغامبر کو کہتے ہیں اور پیغام منجملہ امر و نواہی ہوتا
ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اس پر دال ہے اور عہد کا لینا جس سے آپ کا
نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے ہی معروض ہو چکا ہے علاوہ بریں حدیث
کنت نبیا و آدم بین الماء والطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت
اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ
وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدوث اور دوام و عروض
فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا
کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں یوں نہ فرماتے علاوہ
بریں حضرات صوفیا کرام کی یہ تحقیق کہ مربی روح محمدی صلعم یقیناً اول یعنی صفت

علم ہے اور بھی اس کے مؤید ظاہر ہے کہ شاعر کی تربیت سے شعر آوے گا، اور طبیب کی تربیت سے فن طب اور محدث کی تربیت دربارہ حدیث مفید ہوگی۔ فقیہ کی دربارہ فقہ ہو جس کی مربی صفت العلم ہو جو علم مطلق ہے مثل البصار واسماع علم خاص و قسم خاص نہیں تو لاجرم فرد تربیت یافتہ اعنی ذات پاک محمدی صلعم بھی علم مطلق میں صاحب کمال ہوگی اور ظاہر ہے کہ مطلق میں تمام حصص خاص مقیدات میں ہوتی ہیں مندرج ہوتے ہیں سو یہ بعینہ مضمون علمت علم الاولین الخ ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری بطور نبوت سند بنا ہے اور بنظر ضروریات ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گردپگاہ کا قبضہ میں ہونا ہمارے حضرت صلعم کو قرآن ملا جو تبیانا لکل شیٔ ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں یکتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں مقصود ہے جس فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو ایسے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں عاجز ہوتے ہیں اور فنوں میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا - اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جائے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور اَدْوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر

وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ
لحٰفظون کے جو بہ نسبت اس کتاب کے کہ جس کو قرآن کہئے اور بشہادت آیہ و
نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر
علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیان لکل شیء ہونا
غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیئے
تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا۔ ورنہ
یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت
بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت
منجملہ اقسام مراتب ہے بتلاتی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے
زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ
ہو گا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق عموم مجاز اس خاتمیت کو
زمانی اور مرتبے سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا پر ایک مراد
ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اور مجھ سے پوچھئے تو میرے
خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ
یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہو گا یا مکانی یا مرتبی یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم
و تاخر ان تینوں کے حق میں جنس اور ظاہر ہے کہ مثل چشم و چشمہ و ذات وغیرہ معانی
لفظ عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں جو مثل لفظ عین لفظ تقدم و تاخر و اختتام کو
جو تاخیر کے آثار میں سے ہے بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہئے جنس نہ کہئے
مگر ان میں سے اول و آخر زمانی و رتبی تو متشخص ہوتا ہے یعنی اول و آخر اور آخر
اول نہیں ہو سکتا البتہ تقدم و تاخر مکانی کے لئے کسی مصحح کی ضرورت پڑتی ہے
جس سے اول و آخر معلوم ہو جائے جیسے سقوف مسجد کے لئے قبلہ اور دیوار قبلہ
ورنہ یہاں دوسری طرح سے لیجئے تو قضیہ منعکس ہو جائے گا جب یہ بات معلوم
ہو گئی تو اب سنئے کہ ذات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ ان

میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ہاں بواسطہ زمان و مکان و مراتب. البتہ مقدم و موخر
کہہ سکتے ہیں بہرحال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوف
و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ
حذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الجائز و لائق تعمیم میں سے ہے یہی وجہ ہے
کہ للہ الامر من قبل و من بعد اور اللہ اکبر میں کل شئی یا من کل شئی محذوف سمجھا جاتا
ہے بہرحال موئنہ دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص
زمان بے کیا ہے اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت تجدی طرح ظہور کرے
گا جیسے آیہ. انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن
میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اس کے لئے خمر جملہ نوع ہے اور میسر وغیرہ جگہ بھی
وہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر
ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی ہو جیسے علت اختلاف ظہور
مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب شراب کے باعث ممنوع ہوا اس لئے پانی وغیرہ
کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں تو رجس صفت اصلی جسم شراب کی ہوگی اور میسر وغیرہ میں
اشیاء معلومہ اعمال کے باعث بری ہوئیں کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال معلومہ
ہیں اس لئے رجس صفت اصلی افعال کی ہوگی سو ان کی ناپاکی وہی نجاست باطنی مگر
جیسے افعال اور شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رجس میں متحد ایسی ہی یہاں
قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بہ تقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے
جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس مخفی اور محل تجوز نہیں
سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولے قابل قبول ہے اس
میں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبدا بتقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو
قیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع سمجھا جائے گا۔ اور زمین علیا اختتام
ہوگا. سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم
لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل.

انت منی بمنزلت ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز
مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ
تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پہ اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر
منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا
تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات
متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ
اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت
درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی
بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اور نیز اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں
ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی بنہایت درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے
کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے موصوف بالذات
کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا
کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی
امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی
نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض موصوف بالعرض موصوف
بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور
اور وہ اس کی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے
کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس
پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے
سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی انبیا باقی
موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ آپ معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے
حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے تو یہ
بات واضح ہے پر آیہ النبی اولی بالمومنین ملانے کی ضرورت ہے محمد رسول اللہ صلعم

کو صغریٰ بنائیے اور النبی اولیٰ بالمؤمنین کو کبریٰ دیکھیے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت
اس کی یہ ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے
دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب
حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے
اور اگر بمعنے احب یا اولیٰ بالتصرف ہو تب بھی یہی بات لازم آئے گی۔ کیونکہ احبیت
اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا
دلیل سنیے اول یہ بات سنیے کہ ایسی اقربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز
موصوف بالذات کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت اور کسی کو کسی کے
ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط افاضہ اگر بین الشیئین نہیں تب تو باعتبار اصل حقیقت
استثنا، اور تباین ہو گا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں اتفاقاً مجتمع ہوں اتنا قرب کجا
اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا موصوف
بالعرض ہے تو لاجرم موصوف کے ساتھ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف عارض
محتاج موصوف بالذات ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو تشخص حاصل ہوتا ہے بعد
تحقق حاصل ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور ایک تشخص بھی بعد ادراک اصل
وجود ہوتا ہے۔ چنانچہ دور سے کسی کو دیکھئے تو ایک موجود مبہم ہوتا ہے جس کا انطباق
ہزاروں احتمالوں پر متصور ہے پر جوں جوں قریب آتا جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا
جاتا ہے اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے سو جب
حالت بعد میں یہ حال ہے تو حالت قرب میں تو اس امر مبہم کو اور بھی وضاحت ہو جائیگی
جس کی وجہ سے تقدم علم ادراک التشخصات ضرور تر ہے۔ علاوہ بریں معلوم ہونا
خود ایک وصف وجودی ہے اور معلومات کا معلوم ہونا ضروری جس کے معنے
قطع نظر تقلید سے کر کے انصاف سے دیکھئے تو معلوم ہوتے ہیں کہ افاضہ وجود
ذہنی عالم کی طرف سے اس پر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کے ساتھ
ایسی طرح قائم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھ اس کو ایسی طرح محیط

ہو جاتا ہے جیسے نور مذکور اشیاء مستنیرہ کو اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر ادراک معلومات ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کردہ آفتاب کو انوار خاصہ در و دیوار کا علم جن کو دھوپ کہتے ہیں سو اس میں سے نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات دھوپ جو صحن خانوں وغیرہ کی طرف سے لاحق ہوتے ہیں اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ اور اس وجہ سے در صورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہوگا اور علم نور مطلق بایں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں کی صفت ہے مقدم ہوگا۔ ایسی ہی تو یہ علم مذکور صفت عالم ہے اور تشخصات معلومات صفات معلومات اس وجہ سے علم صفت خود جو عین علم ہے علم تشخصات سے مقدم ہوگا اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات جو حقیقت میں معلوم میں کیونکہ مسمیٰ زید و عمرو وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جن کی وجہ سے باہم تباین ہے نہ وہ امر مشترک جس کو حقیقت انسانی کہئے منور بالعرض سو اس حرکت علم میں جب نور مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار تو در صورت کہ مقصود بالعلم وہ حقائق ہی ہوں اور طالب علم خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑے گا کہ موصوف بالذات اس موصوف بالعرض سے اس کی حقیقت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ قریب و بعید کے دریافت کے لئے کمی بیشی فاصلہ ضرور ہے اور فاصلہ کے کم ہونے کی یہ علامت ہے کہ ادھر کو حرکت کیجئے تو زیادہ فاصلہ کی چیز سے پہلے آئے سو دیکھ لیجئے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے۔ پھر مدلول اس لئے استدلال لمی میں بایں توجہ کہ دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے اول علت آئے گی۔ اور مطلوب بعد میں اس صورت میں دلیل اعنی علت کو مطلوب سے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہوگا اگر یہ قرب بہ نسبت معلول کے سوائے علت اور کسی کو نصیب نہیں کیونکہ اصل میں انفصال ہے گو اتصال ہو تو جہاں یہ قرب ہوگا یہی علیت معلولیت ہوگی اور وقت استدلال اگر خود معلوم سے اپنے ادراک کی طرف متوجہ ہوا اور مستدل باستدلال لمی ہو تو یہ اتنا صاف روشن ہو جائے گی کہ طالب کی ذات سے اس کی علت قریب ہے سو اگر مومنین کو اپنی

حقیقت کا ادراک مطلوب ہو گا تو بیشک اوّل رسول اللہ صلعم اس حرکت فکری میں
آئیں گے پھر ان کی حقیقت باقی رہی دلیل انی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی
بلکہ استدلال انی کے لئے ضرور ہے کہ اوّل استدلال لمی ہو لے اگر آفتاب کو
علت نور نہ سمجھیں تو پھر نور سے وجود آفتاب پہ استدلال ممکن نہیں اور یہ سمجھنا
کہ یہ علت ہے اور وہ معلول یہی استدلال لمی ہے استدلال انی میں سوا اس کے
اور کیا ہوتا ہے الغرض وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح
موقوف ہے جیسے اس کا وجود اس کے وجود خارجی پہ باقی استدلال انی میں
علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علت اپنے معلول
میں بہ نسبت اس کی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں اور منجملہ لواحق اور
توابع اور محتاج فی التحقق الی بالتصرف ہے علی ہذا القیاس معلول کو اگر قابل
محبت ہے اور جو محبت اپنی علت سے ہو گی جو اس کی اصل ہے اور اسی کا پرتو
اس میں ہے چنانچہ مثال نور آفتاب سے ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کاہے
کو ہو گی جو لواحق ہیں اور باہم اتفاقی ملاقات ہو گئی ہے اس صورت میں علت کو بہ
نسبت اس کے معلول کے اگر احب الیہ من نفسہ کہا جائے تو بجا ہے غرض اولیٰ
بمعنے اقرب ان دونوں معنوں کو مستلزم ہے۔ اور یہ دونوں اس کے منافی نہیں
بلکہ اس کے تحقق پر ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب پر دلالت کرتا ہے سو
جیسے طلوع آفتاب وجود نور پہ مقدم ہے۔ ایسے ہی تحقق اولیت بمعنے اقربیت
تحقق اولیت بالتصرف اور اولیت بمعنے احبیت پر مقدم ہو گی۔ غرض اقربیت
مذکورہ کا مابین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و امت مرحومہ ہوتا بایں طور کہ
آپ اقرب الی الامت مرحومت من انفسہم ہوں ضرور ہے اور یہ بجز اس کے متصور
نہیں کہ آپ علت ہوں اور امت مرحومہ اعنی مومنین معلول اور ظاہر ہے کہ
معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیض علت اور عطاء علت ہوتا ہے اس لئے اس کے
لئے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا۔ اس صورت میں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض

ذاتی ہو ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی منعوت حقیقی ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں
سکتا کہ وصف عرضی خود بخود ہو جائے کوئی موصوف بالذات ضرور ہے سو وہی
ہمارے نزدیک حالت اصلی ہے۔ الغرض لفظ رسول اللہ ﷺ جو مترادف نبی اللہ
یا متضمن معنے نبی اللہ کو ہے جب صغریٰ بنائیے تو بوجہ اجتماع شرائط ضروریہ
جو شکل اول میں ہونی چاہئیں یہ نتیجہ نکلے گا کہ محمد اولیٰ بالمومنین من انفسہم
اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین
میں بالعرض۔ آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں یعنی اوروں کا
ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے۔ آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل
ہے اوروں کا ایمان آپ کے ایمان کی نسل اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور
استدراک مسطور خوب واضح ہوگئی اس لئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں
اگرچہ خوبی مزید توضیح اس بات کو مقتضی تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف
فطری ہونا اور یہ بات کہ ایمان کمالات علمی میں سے ہے پر علم پر موقوف اور
نبوت کمالات علمی میں سے ہے پر علم کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیاء کس بات
میں آپ کے ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور امت کس بات میں اور پھر کیوں
لفظ مشیر تولد مومنین کو لفظ مشیر تولد انبیاء سے مقدم رکھا یہ باتیں بیان
کرتا اور حسب فہم موجہ کر جاتا پر باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض
پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت
آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس
لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف
محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ
میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت
میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہرطور آپ پر مختتم ہوگا اور
کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو گیا تو پھر

سلسلۂ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجیے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہیے۔ اسی طرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ط

میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوا تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سموٰت اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباین کے جو بوجہ اختلاف لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے۔ اور بالالتزام مستثنیٰ ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہیے سو اس میں سے مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور امام احمد باب بدء الخلق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورہ حدید کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے

(عن ابی ہریرة قال بینما نبی اللہ صلعم جالس و اصحابہ اذ اتی علیہم سحاب وقال نبی اللہ صلعم ہل تدرون ما ہذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ہذہ العنان ہذہ روایا الارض یسوقہا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ہل تدرون ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ و موج مکفوف ثم قال ہل تدرون ما بینکم وبینہا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال بینکم وبینہا خمس مائة عام ثم قال ہل تدرون ما فوق ذالک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال سماءان بعد ما بینہما خمس مائة سنة ثم قال کذالک حتی عد سبع سموٰت

مابین کل سمائین ما بین سماء الارض ثم قال هل تدرون ما فوق ذالک قالوا الله ورسوله اعلم قال ان فوق ذالک العرش وبینه و بین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال هل تدرون ما الذی تحتکم قالوا الله ورسوله اعلم قال انها الارض ثم قال هل تدرون ما تحت ذالک قالوا الله ورسوله اعلم قال ان تحتها ارضا اخری بینهما مسیرة خمسمائة سنة حتی عد سبع ارضین بین کل ارضین مسیرة خمسمائة سنة ثم قال والذی نفس محمد بیده لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لهبط علی الله ثم قرأ هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم۔ رواه احمد والترمذی انتہی۔

اس حدیث کے علاوہ اس کے کہ یہ زمین سب میں اوپر ہے سات زمینوں کا ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر ہونا اور ہر ایک زمین سے دوسری زمین تک ساتوں زمینوں میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا بتصریح ثابت ہے، غرض یہ تین مماثلتیں تو اسی حدیث بتصریح معلوم ہو گئیں جس کے معلوم ہونے سے یہ خیال کہ بعد منہائی تباین مذکور کے اور سب باتوں میں بشہادت اطلاق و عموم کلام ربانی مماثلہ مراد ہے ہم اور بھی قوی ہو گیا اور کیوں نہ ہو اول تو مثلہن بھی اس کلام اللہ میں جس میں لفظ خاتم النبیین جس کی اطلاق اور نبیین کی عموم کے باعث کسی نے آج تک اہل دین میں سے اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کا کرنا جائز نہ سمجھا تورات و انجیل یا کسی پنڈت کی پوتھی میں نہیں جو احتمال تحریف وافتراء ہو پھر اس پر حدیث مذکور اس قدر مصدق خیال مذکور علاوہ بریں مقابل کعبہ ہر ارض آسمان میں بیت المعمور کا ہونا اور پھر بایں نظر کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے تحت الثریٰ تک تو کعبہ ہی ہے خیال مماثلت کو اور دوچند مستحکم کرے دیتا ہے بالجملہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعت مراتب نبوی صلعم ہے یہاں تک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلعم کی

عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور چھ حصے عظمت کم ہو جائے، چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی یہ معمہ حل ہوا چاہتا ہے۔ خیر اصل مطلب یہ ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ سات آسمان ہیں اور وہ بھی اوپر نیچے کیفما اتفق داہنے بائیں آگے پیچھے واقع ہیں اور پھر ان میں پانچ سو برس کا فاصلہ نکلا اور اسی طرح زمینوں کا حال ہو تو یہ بھی یقینی سمجھنا چاہیے کہ جیسے ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان والوں پر حاکم ایسے ہی ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں گی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہوں گے۔ دلیل حکومت اہل سموات فوقانی اول تو یہ حدیث ترمذی کی ہے،

قال الترمذی فی ابواب التفسیر فی تفسیر سورۃ سبا ثنا نصر بن علی الجھضمی ثنا عبد الاعلی ثنا معمر عن الزہری عن علی بن حسین عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی نفر من اصحابہ اذ رمی بنجم فاستنار فقال رسول اللہ صلعم ما کنتم تقولون لمثل ھذا فی الجاھلیۃ اذا رأیتموہ قالوا کنا نقول یموت عظیم او یولد عظیم فقال رسول اللہ صلعم فانہ لا یرمی بہ لموت احد ولا لحیاتہ ولکن ربنا تبارک اسمہ وتعالی اذا قضی امرا سبح حملۃ العرش ثم سبح اھل السماء الذین یلونھم ثم الذین یلونھم حتی یبلغ التسبیح الی ھذہ السماء ثم سأل اھل السماء السادسۃ اھل السماء السابعۃ ماذا قال ربکم قال فیخبرونھم ثم یستخبر اھل کل سماء حتی یبلغ الخبر اھل السماء الدنیا وتخطف الشیاطین السمع فیرمون فیقذفون الی اولیائھم فما جاؤا بہ علی وجھہ فھو حق ولکنھم یحرفونہ ویزیدون ھذا حدیث حسن صحیح۔

اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حکم خدا اور خبری ملائکہ کی نسبت جو کچھ

ہوتا ہے وہ اس ترتیب سے پہنچتا ہے سو یہ بات بعینہ ایسی ہے جیسے حکم بادشاہی جو کچھ ملازمان ماتحت کی نسبت ہوتا ہے ان سے اوپر کے ملازموں کے واسطے سے ان تک پہنچتا ہے چنانچہ سب کو معلوم ہے اور نیز مقتضائے حدیث دیگر بھی یہی ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز نے تفسیر عزیزی سورۂ بقر میں بذیل تفسیر آیہ ثم استوٰی الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوٰت روایت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وابن المنذر از ابن عباس روایت کردہ است کہ۔

سید السمٰوٰت السماء التی فیہ العرش وسید الارضین التی انتم علیہا

اس حدیث میں سے ایک تو مماثلت زائدہ معلوم ہوتی ہے جیسے وہاں اوپر کا آسمان افضل ہے کیونکہ عرش اس پر ہے یعنی اس سے متصل ہے یہاں اوپر کی زمین یعنی یہ زمین افضل ہے دوسرے بدلالۃ التزامی یہ ثابت ہوا کہ اوپر کے آسمان والے نیچے والوں پر حاکم ہوں کیونکہ افضلیت سمٰوٰت ظاہر ہے کہ باعتبار افضلیت مکان ہے سو نوع واحد میں افضلیت اس بات کو مقتضی ہے فرد افضل واکمل موصوف بالذات ہو کیونکہ موصوف بالذات کی طرف سے تو نوع واحد میں تفاوت افراد ممکن نہیں اسلئے کہ وہ ایک ہوتا ہے۔ اور جہاں دو نظر آتے ہیں با ایں نظر نوع واحد میں تعدد و ترکیب کو مقتضی ہے تاکہ اتحاد امر مشترک کی طرف راجع ہو اور تباین امور متباینہ کی طرف پھرا نجام کار وحدت لازم آجاتی ہے۔ اس صورت میں لاجرم یہ اختلاف و تفاوت معروض اور قابل کی طرف سے ہوگا کیونکہ حوادث میں جتنے اختلاف ہیں وہ انہیں دو کی طرف یا ان کی متممات کی طرف جیسے آلات و شرائط ہیں منسوب ہوتی ہیں بوجہ تنگی مقام زیادہ شرح سے معذور ہوں بایں ہمہ اہل فہم کے واسطے یہ مضامین معروض ہوئے ہیں ان کو اتنا بھی کافی ہے الغرض یہ اختلاف و تفاوت معروضات کی جانب ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرد اکمل واسطہ فی العروض ہوگا جو اپنے معروضات کے حق میں موصوف بالذات ہوتا ہے اگرچہ کسی اور کی نسبت وہ بھی معروض ہو جیسے آئینہ وقت نور افشانی در و دیوار اگر دیوار کی نسبت واسطہ

فی العروض اور موصوف بالذات ہے تو آفتاب کی نسبت خود معروض ہے سو
ایسے ہی امور مبحوث عنہا میں سمجھئے دوسرے بحکم عدل افضلیت بالضرور اس
بات کو مقتضے ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام خداوندی
جو ہر نوع میں نمایاں ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور
انواع کا سلسلہ جنس پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع
میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری و ساری ہیں یہ استقلال جو ہر
فرد ذوی العقول میں گونہ نمایاں ہے اور اس وجہ سے وہ انتظام جو ان کے
متحد ہو جانے اور ان کے اجتماع پر موقوف ہے باطل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی
کے متعلق کر کے اس کو مستقل اعظم قرار دیا جائے جس کے سامنے یہ استقلال
فرادی فرادی وہ اس کے محتاج نظر آئیں سو اسی کا نام حکومت ہے بلکہ وجہ تکثر
افراد کی غور سے کی جائے تو وہ عروض ہے کیونکہ اگر کلی کو معروضات کے ساتھ
عروض نہ ہو تو یہ تعدد افراد ہرگز ظاہر نہ ہو اور اس صورت میں مناسب
یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض پر بشرطیکہ قابلیت حکومت و محکومیت
رکھتے ہوں حاکم ہو تاکہ متبوعیت باطنی درصورت متبوعیت ظاہری منجملہ وضع
الشیئ فی محلہ سمجھی جائے پھر فوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی بحکم عدل و حکمت
اس بات کو مقتضے ہے کہ جیسے فرد تنزل جنسی ہوتا ہے اسی طرح ارواح ملائکہ
سافل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہوں تو بہت مناسب ہے تاکہ تکثر اور فوقیت
و تحتیت دونوں جمع ہوں اس لئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بجز عروض ممکن
نہیں چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے
سے یہ بات ظاہر ہے تنزل و تکثر متلازم ہیں اور عروض پر موقوف اور عروض
کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات موصوف بالعرض پر جیسے باعتبار ظہور
و نفوذ احکام یعنے آثار حاکم ہوتا ہے ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہونا
چاہیے اس صورت میں کیفیت حال یہ ہو گی کہ ارواح سافلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا

ہوتی ہیں اور درجہ میں بھی نیچے ہیں ارواح صغیرہ وحقیرہ ہوں اور ارواح عالیہ
جو درجہ میں عالی اور وحدت اور مبدأ کی جانب میں ارواح عظیمہ وکبیرہ ہوں غرض
جب مجموعہ شخص کو لیجیے تو ایک روح اعظم مثل رب النوع ہو اور جدا جدا حصے
کر لیجیے تو روح صغیرہ پیدا ہو سو جب مرتبہ صغیرہ میں روحانیت ہے چنانچہ افراد
کے ملاحظہ سے یہ ظاہر ہے تو مرتبہ عظمت میں روحانیت کیوں نہ ہوگی۔ کیونکہ
وصف ذاتی حالت اجتماع شخص میں تو اور بھی زیادہ قوی ہوتا ہے سو یہ اجتماع
شخص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات ہی میں ہوتا ہے معروض میں نہیں ہوتا
کسی صحن میں پورا نور نہیں البتہ آفتاب میں سب حصے فراہم ہیں اس لیے مراتب فوقانی
میں ارواح عظیم ہوں گی اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ اور اس وجہ سے
فوق وتحت خارجی وظاہری بھی یوں ہی رہنا چاہیے تاکہ ظاہر و باطن متناسب رہیں
بالجملہ وحدت نوعی وتکثر افرادی اور یہ فرق فوق وتحت باعتبار ذاتوں عدل وحکمت
اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح عالیہ
ارواح سافلہ کے لیے موصوف بالذات ہوں اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی
ایک مالک ہو جس کی روح منبع ارواح الملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور منبع روح
فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کر پھر اس کی روح معہ ارواح باقیہ فلک
ششم اور فرد اکمل ملائکہ فلک پنجم علیٰ ہذا القیاس اور فرد اکمل ملائکہ فلک ہفتم کا
ملائکہ اور فلک ہفتم کے لیے بھی منبع ہونا اور فرد اکمل ملائکہ فلک ششم کے لیے
بھی منبع ہونا اور پھر ان کا اوپر ہونا اور فقط تابع ہونا اور اس کا نیچے ہونا اور
متبوع ومنبع ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے آفتاب کا بہ نسبت آئینہ
واقع فی الصحن اور بہ نسبت دھوپ سقف منبع ہونا ظاہر ہے کہ دھوپ اوپر
ہے مگر چونکہ منبع النور نہیں فقط تابع ہی ہے متبوع نہیں اور آئینہ منورہ باین نظر کہ
در و دیوار کے حق میں منبع النور بھی ہو گیا ہے تو ان کے حق میں متبوع بھی ہے
مگر یہی صورت اس وقت باہم زمینوں کی بھی ہوگی کہ ساتوں کی ساتوں آباد بھی

ہوں گی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح پاک جیسے ارواح انبیاء و مومنین کے لئے منبع ہوگی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی کے لیے بھی منبع ہوگی۔ اور اس کی روح پاک باقی اس زمین کے سکان کے لئے بھی منبع ہوگی اور فرد اکمل زمین سوم کے لئے بھی منبع ہوگی علی ہذا القیاس نیچے زمین تک خیال کرلو اور تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہوگیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع ہو اور ارضی ماتحت کی افراد متقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد اکمل کا متبوع ہونا اور ارض سافل کے فرد اکمل کا اس کی نسبت اول تابع اور اس کے سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھا جاتا ہے مثال مطلوب ہے تو اول آفتاب اور آئینہ کے حال پر غور کیجئے اوپر کی دھوپیں ان دھوپوں کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے پیدا ہوئے ہیں دوسرے دیکھئے لاٹ تو لفٹنٹ پر مثلاً حاکم ہے اس کی اردلی کے لوگ اس کی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ ان پر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ آئینہ نیچے کی دھوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقریر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہوگا اور رسول اللہ صلعم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہوجائے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر اختتام پاتا ہے اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض باشارہ عقلی نہیں نکال سکتے اور نیچے کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس میں باشارہ عقلی ہم کہ سکتے ہیں کہ دوسرے زمین والے تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں۔ اور تیسری زمین والے چوتھی زمین والوں پر علے ہذا القیاس سو اس فرق کی تفہیم اگر مثال سے منظور ہے تو سنئے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی بات کے بھروسہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ یا لفٹنٹ کے عملہ اور عملہ میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے۔ غرض ایک سلسلہ نبوت تو فوق تحت میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب مکانی آسکے فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف سے کی گئی شرح اس کی یہ ہے کہ

اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادۂ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے
کہ محققین صوفیہ کرام علیہ الرحمتہ تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ
حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے۔ والعاقل تکفیۃ الاشارۃ
اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کیلئے تماثل اور تجانس
ضرور ہے خط کے لئے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے۔ اور سطح کے لئے مقدار سطح
اور جسم کے لئے مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کمی بیشی مساوات معلوم ہو۔ وہ
ہم جنس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی
لیتے ہیں تو اس کی ایک بعد سے جو از قسم خط ہے ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اگر جسم کو سطح
یا خط سے ناپیں تو اس کو بھی ایسا ہی سمجھو بہر حال زمانہ ایک امتداد حرکت خداوندی
ہے اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس بحث کو واشگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجئے ذکر
استطرادی بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے۔ تس پر اہل فہم سے یہ امید ہے
کہ فقط اشارہ ہی ان کو کافی ہو۔ مگر وہ عجب تبکیہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اس کے
لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ
نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی منتہیٰ ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق
مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ اس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ
معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد
ختم نبوۃ بھی باقی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک
ابھی نہیں پہنچے اور رسول اللہ صلعم افضل البشر نہ ہوں کیونکہ مقصود و مطلوب نہیں جو منتہائے
حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب
تردد ہو مگر باہمہ دفع خلجان کے لئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لئے ایک
عمر ہے جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجدد امثال ہوئے
کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد غیرہ الذات ہونا بھی اس کے
مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعددہ ہیں اور حرکات متعددہ متجددہ حرکات سلسلہ

نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوگئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کی ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے۔ اور باعتبار مکان جانب فوق ذاتی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے باقی یہ فرق کہ بنی آدم کافر بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ کافر نہیں ہوتے ملائکہ تعداد میں زیادہ ہیں اور بنی آدم کم سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اطلاق مماثلت میں قادح نہیں یہ جو راقم سطور نے عرض کیا تھا کہ وہ تباین جو مقتضا اختلاف ماہیت ارض و سماء اور لوازم ماہیت ارض و سماء یا مناسبات ماہیت ارض و سماء میں ہے بوجہ ملحوظ کرکے تماثل دیکھنا چاہیے سو جیسے عظمت سماوات اور صغر زمین تشخصات و تعینات ارض و سماء میں داخل ہے۔ اور یہ اختلاف مفہوم ہی میں آگیا ایسے ہی بوجہ مناسبت اختلاف مقدار سکان بھی ضرور ہے۔ بلکہ اس صورت میں اگر یہاں کے سکان کو وہاں کے سکان کے ساتھ وہی نسبت ہو جو یہاں کی مقدار کو وہاں کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے ساتھ ہو تو عجب نہیں۔ اور اس صورت میں ممکن ہے کہ ساتویں زمین میں فرشتے ہوں اور وہ زمین اس زمین سے ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتویں آسمان سے یہ آسمان چھوٹا ہے۔ اور اگر سمٰوٰت سب برابر ہیں تو زمینیں بھی سب برابر ہوں رہا فرق اسلام اور کفر بنا اس فرق کی اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات ذاتی پر ہے۔ پر علم تناسب تباینت درجہ کا لاہ نامعلی ہے۔ علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہے سو اس کے انبیاء اور صدیقین کو جو مثل بنی آدم اور مصداق ۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ہوتے ہیں کچھ ہو تو دیکھیے موافق آیہ اعطی کل شیء خلقہ اور نیز بمقتضاء اس حکم و عدل قدیم جس کا ہونا خدا کی ذات پاک میں مثل توحید یقینی ہے یہ ضرور ہے کہ گیہوں کو اس کے مناسب برگ و بار اور جو کو اس کے مناسب انگور کو اس کے مناسب کھجور کو اس کے مناسب روح انسانی کو اس کے مناسب بدن اور روح بخاری کو اس کے

مناسب عطا ہو لیکن قبل مشاہدہ عطیات ہر نوع ایسا کوئی عاقل سمجھ میں نہیں آتا
کہ یہ بتلاوے کہ گیہوں کے ایسے شاخ و برگ و بار ہوں گے اور بڑ کے ایسے اور
انسان کا ایسا بدن ہوگا اور حمار کا ایسا غرض تناسب و مناسبت یقینی بوجہ مناسبت
و تناسب معلوم نہیں علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندھوں کو دیدۂ
بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایاں ہو جائے جیسے اندھوں کو بینا ہو جانے
کے بعد یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ لال رضائی پر سبز گوٹ اور سبز رضائی پہ لال گوٹ
چبھتی ہے بجا اس کے اور گوٹ زیبا نہ ہوگی۔ الحاصل جس چیز کو خدا نے کسی چیز کے
ساتھ جوڑ دیا ہے بے تامل بیکار رکھا تھا کسی تناسب سے نہیں جب یہ بات معلوم ہو
گئی تو اب سنیے کہ تشبیہ نسبت بہ نسبت جب ہی معلوم ہو سکتی ہے جب دو چیزوں
کا پہلے تناسب جدا معلوم ہو اور دو چیزوں کا جدا مثلاً دو کو چار کے ساتھ وہ
نسبت ہے جو ہزار کو دو ہزار کے ساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین بطور
عین الیقین یا حق الیقین جب ہی متصور ہے کہ دو اور چار کا تناصف بھی معلوم ہو ا
ہزار دو ہزار کا تناصف بھی معلوم ہو۔ الغرض تشبیہ نسبت بہ نسبت وحدت نوع
نسبت کو مقتضی ہے اور علم تشبیہ مذکور علم نوع مشکل ہے اور ظاہر ہے کہ وہ مماثلت
جو لفظ مثلہن سے بین السموات والارضین و مفہوم ہے تشبیہ نسبت ہے جس کو تشبیہ
مرکب کہیے تشبیہ مفرد و مفرد نہیں ورنہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت
اور اگر ہو بھی کوئی مناسبت اور ظاہر ہے کہ کوئی نہیں تو ہمیں کیا۔ آیۃ اللہ الذی خلق
سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلہن میں بالیقین تشبیہ نسبت ہے اس لئے کہ کم
سے کم اگر نفس عدد میں مماثلت ہوگی تب معنے ہوں گے کہ اس مجموعے کے اجزاء
کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو
باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو اس مجموعہ
کے اجزاء سے اور اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تاویل نہیں کہ دھینگا دھینگی تشبیہ مفرد
کو مرکب بنا لینا ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ بتاویل مفرد بنا لیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ

ہے کہ جملہ تبادیل مفرد ہو سکتا ہے پر مفرد میں تبادیل جملہ ممکن نہیں۔ سو کیوں نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کثیر حقیقی کو تو بوسیلہ ہیئت اجتماعی واحد بنا سکتے ہیں پر واحد حقیقی کو کسی طرح کثیر حقیقی نہیں بنا سکتے سو یہاں دیکھ لیجے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی نہ عدد میں وحدت ہے نہ معدود میں اور باعتبار ہیئت اجتماعی وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہیں۔ البتہ عنوان مشبہ بہ اور عنوان مشبہ کہئے ورنہ اول تو من الارض مثلھن نہ فرماتے سبع ارضین فرماتے جس میں لفظ کم ہو جاتے معنے واضح ہو جاتے کنایہ سے بہرحال صراحت میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے باقی اس لفظ میں کوئی اور خوبی زیادہ نہیں۔ مبالغہ فی عدد السبع مقصود نہیں جو یوں ہی کہئے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ سوا مماثلت فی العدد کہئے تو کلام از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہو جائے ذات و صفات کی بحث نہیں کہ الفاظ مستعملہ میں سے سوا اس لفظ کے ادا معنے مقصود میں کام نہ دے ہاں اگر مساوات فی المقادیر ہوتے تو البتہ یہ محل اس لفظ کے لئے بہت عمدہ تھا دوسرے یہ تشبیہ نسبت اور علاوہ اس کے اور مناسبتیں اور مماثلتیں جو مذکور ہو چکیں اس طرح سے ہرگز برابر راست نہ آئیں۔ بالجملہ یہاں تشبیہ نسبت مقصود بالذات ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ نسبت میں مشابہت اور مناسبت طرفین علاوہ نسبت مذکورہ ہرگز ضرور نہیں بلکہ ممکن ہے کہ نہایت درجہ کا بون بعید ہو یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنی ان نسبتوں کو جو مخلوق کے ساتھ حاصل ہیں ان نسبتوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

ضرب لکم من انفسکم ھل لکم مما ملکت ایمانکم من شرکاء فیما رزقنکم فانتم فیہ سواء تخافونھم کخیفتکم انفسکم، یا فرماتے ہیں۔

اللہ نور السموت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار

نور علی نور۔

علیٰ ہذا القیاس بہت جا تشبیہ نسبت مراد ہے تشبیہ مفرد نہیں اور اس صورت میں ہرگز نہ کسی طرح کا تجوز ہے نہ کسی طرح کی تاویل بلکہ جیسے دو روپیوں کا چار روپیوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو دو پہاڑوں کو چار پہاڑوں کے ساتھ یا ہزار جوتوں کو دو ہزار جوتوں کے ساتھ یا لوگارثم کے سلسلہ کو اپنے مقابل کے سلسلہ کے ساتھ یا مجذورات اعداد مرتبہ من الواحد الی غیر النہایہ کو اعداد مرتبہ کے ساتھ ہے اور اس تشبیہ میں باوجودیکہ طرفین کو نسبتین میں کچھ مناسبت ہی نہیں ہرگز کچھ مجاز نہیں بلکہ تشبیہ اپنی معنے حقیقی پر ہے ایسی ہی طرح آیۃ اللہ الذی میں خیال فرمائیے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ترکیبات روحانی اور جسمانی بنی آدم اور حیوانات ارضی وغیرہ کو ترکیبات روحانی و جسمانی ملائکہ افلاک کے ساتھ وہی نسبت ہو جو زمین کو فلک کے ساتھ اور بہ فرق کفر و اسلام نیرنگی تراکیب مختلفہ سے ہوا ہو توضیح کی ضرورت ہو تو دیکھئے جیسے اجسام بنی آدم میں ترکیب عناصر ہے اور ترکیب کو بوجہ مشاہدہ رطوبت یبوست حرارت برودت خواص اربعہ عناصر اربعہ دریافت کیا ہے۔ کیونکہ خاصہ کا وجود اپنے ملزوم اور بر کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی بوسیلہ خواص اربعہ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ ارواح بنی آدم میں بھی چار عنصر سے ترکیب دی ہے وہ خواص اربعہ کیا ہیں ایک تو مضمون استکبار تھوڑا بہت سب میں مشہور ہے دوسرا مضمون خواہش تیسرا مضمون تاثر اور انفعال بھی قلیل کثیر سب میں ہے چوتھے استقلال علیٰ ہذا القیاس غصہ اور سبک حرکتی اور نرمی اور کسل بھی سب میں نظر آتی ہے علیٰ ہذا القیاس مضمون عصیان و انقیاد و نسیان و خطا بھی سب میں موجود ہے۔ یہ بارہ چیزیں جو مذکور ہوئیں ان میں جن چار کو تو آتش و باد و آب و خاک کے ساتھ ایک مناسبت ہے اہل فہم خود سمجھ لیں گے بایں ہمہ جیسے اختلاف مقادیر عناصر سے فرق حرارت و برودت و رطوبت و یبوست امزجہ بنی آدم پیدا ہوتا ہے ایسے ہی فرق مقادیر اجزاء

مات خواص مذکورہ سے امزجہ روحانی میں عجیب عجیب ترکیبیں ظاہر ہوتی ہیں جن
میں سے ایک مزاج کفر یا اسلام بھی ہے مگر باوجود مناسبت مذکورہ جو عناصر
جسمانی اور عناصر روحانی میں مذکور ہوئی۔ تراکیب روحانی میں تو کفر و اسلام
حاصل ہوتا ہے پر تراکیب جسمانی میں حاصل نہیں ہوتا سو اسی طرح اگر تناسب
میں الملائکۃ و بنی آدم محفوظ رہے اور یہاں فرق کفر و اسلام نمایاں ہو وہاں
نہ ہو تو کونسی ایسی محال یا دشوار بات ہے جس کی وجہ سے اطلاق مماثلت
سماء و ارض میں متامل ہو جیسے بالجملہ مماثلت بین السماء والارض بجمیع الوجوہ ہے
اور یہ فرق امزجہ ملائکۃ رحمت و ملائکہ عذاب و ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ و ملائکہ
متعینہ قبض ارواح اس تناسب کی تصحیح کے لئے کافی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ
الحال جب ان اوہام کی مدافعت سے فراغت پائی تو مناسب یوں ہے کہ پھر
اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے ناظرین اوراق جب بات سمجھ گئے ہیں کہ متعلق
آیت اللہ الذی خلق سبع سموٰت ومن الارض مثلہن تشبیہ نسبت ہے تشبیہ مفرد
نہیں جو تساوی مقادیر اجرام وما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی
کہ اگر بطور تشبیہ یوں کہا جائے کہ فرد اکمل فلک ہفتم کو افراد باقیہ فلک مذکور کے
ساتھ وہ نسبت ہے جو فرد اکمل فلک ششم کو اس کے افراد باقیہ کے ساتھ بافراد
اکمل زمین ہذا یعنے خاتم النبیین صلعم کو فرد اکمل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دیں
اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ
حضرت عیسےٰ علیہم السلام کے ساتھ مثلاً وہ نسبت ہے جو فرد اکمل زمین
دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے
ساتھ اور اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ سمجھ لو تو محبان نبوی جو فہم خدا
داد بھی رکھتے ہیں متامل تو کیا ہوں گے برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کریں
گے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسن انتظام خداوندی اور دلالت آیت اللہ الذی خلق
سبع سموٰت الخ اس صورت عظمت شان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کس قدر ہے۔

اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت نہ مانیے تو پھر عظمت وشان محمدی
بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو بصورت تسلیم اراضی ہفت گانہ بطور مذکور لازم
آتی تھی کچھ گھٹی کم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط
اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اس کی عظمت کے
کچھ حصے گھٹا دیئے فقط ایک ہی پر قناعت کی غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے
مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا سو جس قدر اس کے مضاف الیہ ہوں گے اسی قدر خاتمیت
کو افزائش ہو گی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی ہے محکوموں اور رعیت کی افزائش پر
اس کی ترقی اور عظمت موقوف ہے مگر ہاں کوئی نادان آجکل کے نوابوں کو دیکھ کر دھوکہ
کھائے اور کہے کہ جیسے آجکل کے نواب بے ملک نواب ہیں ایسے ہی آنحضرت صلعم کی خاتمیت
اور انبیاء کی محتاج نہیں جو اس کی ترقی اور افزائش کے لئے نبیوں کی کثرت کی ضرورت ہو۔
بالجملہ کوئی نادان یا کوئی منافق ایسی باتوں کی تسلیم میں متامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت
کو تو تامل نہیں ہو سکتا ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں
نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید
یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے۔ البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر
تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں
پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ حضرت عبد اللہ
بن عباسؓ سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع
منعقد ہوا اس لئے تکلیف اعتقاد اور تکفیر منکران تو مناسب نہیں پر ایسے اثر کا
انکار خصوصاً جب اشارۂ کلام ربانی بھی اسی طرف ہو تعالی ابتداع سے ایسی باتوں کا
منکر پورا اہل سنت و جماعت تو نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے اور
جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کے شاذ کہا
ہے۔ اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا۔
کما قال السید الشریف فی رسالتہ فی اصول الحدیث قال الشافعی

الشاذ ما رواہ الثقۃ مخالفا لما رواہ الناس قال ابن الصلاح فیہ تفصیل فما خالف مفردہ واحفظ منہ واضبط فشاذ ومردود وان لم یخالف وھو عدل ضابط فصحیح وان رواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجۃ الضابط فحسن وان بعد فمنکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنے ہیں ایک تو یہ کہ روایۃ ثقہ مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو بایں معنے غیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ ضد صحیح چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں۔

قال الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی فی رسالۃ اصول الحدیث التی طبعھا مولانا احمد علی فی اول المشکوۃ المطبوعۃ بعض الناس یفسرون الشاذۃ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفۃ الثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذ وذ بھذا المعنی ایضا لا ینافی الصحۃ کالغرابۃ والذی یذکر فی مقام الطعن ھو مخالف الثقات انتہی۔

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیوں کر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جو قادح صحت ہے بمعنے مخالف ثقات ہے چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں۔

ھو ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ ونعنی بالمتصل مالم یکن مقطوعا بای وجہ کان و بالعدل من لم یکن مستور العدالۃ ولا مجروحا والضابط من یکون حافظا متیقظا و بالشذوذ ما یرویہ الثقۃ مخالفا لما یرویہ الناس وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیفۃ غامضۃ قادحۃ۔

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہوگا کہ شذوذ بمعنے مخالف ثقات مراد نہیں

کیونکہ شذوذ بمعنے مخالفت ثقات صحت کے لئے معتبر ہے جو حدیث باین معنے شاذ ہے
وصحیح نہیں ہوسکتی۔ بایں ہمہ مخالفت و عدم مخالفت کا عقدہ بھی تقریر گذشتہ سے کھل
گیا۔ اگر اثر حضرت عبد اللہ بن عباس مخالف تھا تو جملہ خاتم النبیین کے مخالف تھا
یا ان احادیث کے معارض تھا جو مبین اور مفسر معنے خاتم النبیین ہیں سو بعد مطالعہ
تقریر گذشتہ اہل فہم کو تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ تردد نہ رہے گا کہ اثر مذکور مؤید و مثبت
معنے خاتم النبیین ہے نہ مخالف بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوت خاتمیت میں بہت
خارج ہے۔ اور یوں نہ ہو تو در صورت انکار معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک
ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے اس صورت میں مدعیان محبت نبوی سے ہم کو یہ توقع ہے کہ
جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اتنا ہی اقرار کریں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انکار
میں تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات
زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اور نیچے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کر لیں تو میں ذمہ کش
ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ دقت نہ ہوگی نہ کسی آیۃ کا تعارض نہ کسی
حدیث سے معارضہ رہا اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں سو جب
انکار اثر مذکور میں باوجود تصحیح ائمہ حدیث یہ جرأت ہے تو اقرار ما فی زائدہ از
سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں بر تقدیر خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر
نبوی صلعم میں کچھ افزائش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اس کا ایک شخص
حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دوسرا اور ویسا ہی شہر
آباد کیا جاوے اور اس میں بھی ایسا ہی حاکم ہو یا سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی
اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول
کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی اور اگر در صورت تسلیم اور چھ زمینوں
کے وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم
سے زمانہ سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانے سے انکار نہ
ہوسکے گا جو وہاں کے محمد صلعم کے مساوات میں کچھ بحث کیجئے ہاں مگر خاتمیت معنے

اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ
صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس
صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپکی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر
بھی آپکی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی
خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی
زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیت ہے معارض و مخالف
خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ ہے یعنی مخالف روایۂ ثقات ہے اور اس سے
یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا حسب مزعوم منکران اثر اس اثر میں کوئی علت قادحہ بھی نہیں
جو اسی راہ سے انکار کیجیے کیونکہ اول تو امام بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا
ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت قادحہ خفیہ قادح فی الصحۃ نہیں دوسرے
شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے۔ اور علت بھی تب یہی تھی۔ اگر اور
کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا انبیاء کا کم و بیش ہونا
یا نہ ہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر آج تک نہ کسی نے ایسی آیۃ
و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی علیٰ ہذا القیاس مضمون علت قادحہ کو خیال فرمائیے
آج تک سوا مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش نہیں کی اور
فقط احتمال بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب
سے شاذ و معلل ہو جائیں گی۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر
اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ یا انبیاء ارض ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں
ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت
خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجیے جن مدلول معنے مطابقی سے
کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ
باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آ سکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط
از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے امر یقین علی

فنہ اپنایہ وغیرہ نہیں نقصان شان اور چیز ہے اور خطاو نسیان اور چیز اگر بوجہ کم التفاتی
بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل
نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ؎

گاہ باشد کہ کودک ناداں — بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے
لکھ گئے تھے میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون
محبت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے ویسے بھی اپنی عقل و فہم
کی خوبی پر گواہی دیتی ہے مع ہذا بایں ہمہ یہ اثر اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر با معنے
مرفوع ہے۔ اس لئے کہ صحابی کا بطور جزم اُن امور کا بیان کرنا جن میں عقل کو دخل
نہ ہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب
عدول اور پھر عدول بھی اول درجہ کے۔ تقویٰ میں ایسے پکے کہ اور کسی سے ان کی
ریس نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے
مقدمے میں ہاں بطور احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے ایسی باتوں میں جن میں
عقل کو مداخلت ہے دخل دیدینا ان سے ممکن ہے بلکہ واقع ہے اور ان سے کیا تمام اکابر سے
یہ بات منقول ہے۔ مگر اثر مذکور کا بطور جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات میں سے نہ
ہونا ظاہر و باہر ہے سو جب اثر مذکور مرفوع ہوا اور سند اس کی صحیح آیت مذکورہ اس کی
موید محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مائل حسن انتظام جو ہر نوع عالم میں مشہور
ہے اس پر شاہد عظمت قدرت اس پر دال تس پر بھی انکار کیا جائے تو بجز اس کے کیا
کہا جائے کہ امثال روافض و خوارج و اہل اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے۔ ان فرقوں نے
بھی بوجہ قصور فہم آیات دالہ رویت و تقدیر و خلق و افعال میں تاویلیں کیں اور احادیث
مصرحہ معنا میں مذکورہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ تکذیب سے پیش آئے سو جیسے آیات مذکورہ
کی تاویلوں اور احادیث مذکورہ کی تکذیبوں کے باعث اہل حق نے ان کو دائرہ
اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکور کو بھی سمجھنا چاہیے۔ انتہٰی

فرق ہے کہ احادیث رویت وغیرہ اثر مذکور سے صحت میں اقوی تھیں اور آیات
مذکورہ دلالت مذکورہ میں آیۃ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت سے جو اطلاق مماثلت
پر دلالت کرتی ہے زیادہ اس لئے وہ بڑے بدعتی ہوں گے یہ چھوٹے مگر ہر چہ
بادا باد سنی ہونا دونوں کا معلوم تھا مگر جب یہ دیکھا جائے کہ اگر آیات رویۃ کی
دلالت آیۃ کی دلالت سے زیادہ واضح اور احادیث رویۃ وغیرہ کی صحت اثر مذکور
کی صحت سے زیادہ قوی تو کیا ہوا جیسے یہ فرق اس طرف ہے ہے مزاحمت خیالات عقلی میں فقط
اتنا ہے جیسے رویت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے بظاہر قوی قوی دلائل مانع ہیں اور ہر
زمین میں آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام کے تسلیم کرنے سے کوئی دلیل مانع نہیں۔ باقی
خیالات اہل ہیئت اگرچہ ہم تصدیق اصل اراضی ہفتگانہ سے چہ جائے کہ وجود انبیاء مذکورین تو
اول تو اس باب میں تنہا اثر مذکور ہی نہیں بلکہ آیت مذکورہ اس باب میں قریب بیقین کے ہے
دوسری وہ حدیث جو بروایت ابی ہریرہ بحوالہ مشکوٰۃ بلفظہ اوپر منقول ہو چکی اسکی معاضد
ہے خیالات اہل ہیئت ظنی خود اہل ہیئت اس کے ظنی ہونے کے قائل اور انکی دلائل کافی
ہونا ظاہر سو اگر کسی وہمی کو یہ وہم دامنگیر ہو کہ اس صورت میں افلاک باہم متصل نہ
رہیں گے مرکز زمین مرکز عالم پر منطبق نہ رہے گا تو اس کو اتنا کہہ دینا چاہیے کہ وہ خیالات
جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے ہیں انہیں احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہ ہوں معارض
قول مخبر صادق نہیں ہو سکتے اگر اطمینان منظور ہے تو دیکھئے بطلیموسی کیا کہتے ہیں
اور فیثا غورثی کیا یونانی کیا کہتے ہیں انگریز کیا باہمہ حساب طلوع و غروب و خسوف و
کسوف و صیف و شتا وغیرہ سب برابر صحیح جب باہم اہل ہیئت ہی میں یہ اختلاف
ہے اور مقصد سب بر حاصل تو پھر ان خیالات کے بھروسے انکار اقوال مخبر صادق
کرنا نہایت نازیبا ہے یہ اہل ہیئت مجسمہ جو شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہیں اور زمین
کو ساکن آخر بضرورت تصحیح حساب حرکات اکثر افلاک میں خارج المرکز مانتے ہیں
اور جو برعکس کہتے ہیں وہ زمین کے مدار کو بیضوی کہتے ہیں۔ سو اگر باعتقاد شارع
مخبر صادق زمین کو خارج المرکز کہہ دیا تو کیا گناہ ہے۔ بلکہ اس طرف خارج المرکز

یہ مانیے اور اس طرح خروج مرکز مان لیجیے تو بعد تسلیم بعض مقدمات جب بھی تصحیح حساب مذکور
ممکن ہے اتنا فرق ہے کہ کسی نے یونہی اٹکل کے تیر مارے کسی دیکھنے والوں کی زبانی کہا خیر یہ
بات دور جا پڑی اور مذکورہ کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم
وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم جملہ اخیر سے صاف روشن ہے کہ تشبیہ فی
التسمیہ مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے، سو آدم کآدمکم الخ تمام نے کہ تشبیہ
دینی ایسی ہے جیسے عربی میں کہا کرتے ہیں لکل فرعون موسیٰ یا اردو میں کہتے ہیں فلانے
کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ غرض جیسے یہاں نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ و مقام اسے سے
ہے ایسے ہی اثر مذکور میں بھی خیال فرمائیے۔ کہ تشبیہ فی المراتبہ یعنی فی النبوۃ مراد
ہے فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں ہاں کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہے کہ وہاں بھی
یہی نام ہو اور شاید یہی وجہ ہے کہ نام کو ذکر کیا غرض جملہ اخیرہ میں تشبیہ فی النبوۃ دے
اور پہلے جملوں میں اسماء ذکر کر کے شاید اسی جانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد ارضی
سافلہ مقابلات افراد ارضی عالیہ میں ایسے ہی توافق فی الاسم بھی ہے جبکہ تمام ان مضامین سے
فراغت حاصل ہوئی اور بحمد اللہ تمام شکوک اور اوہام کا استیصال کلی ہو گیا تو لازم یوں ہے
کہ توضیح تشبیہ نبی کنبیکم ایسی طرح کیجیے جس سے رسول اللہ صلعم کی افضلیت اور ارضی
سافلہ کے خواتم کی آپ کے ساتھ مشابہت دونوں معاً ایسی طرح ثابت ہو جائیں گے کہ پھر کوئی
حالت منتظرہ باقی نہ رہے اور نیز یہ اشکال بھی مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی الخاتمیت کا اثر اللہ
الذی میں مراد ہونا تو مسلم وجوہ مذکورہ بالا اس بات کے اثبات کے لئے کافی پر اثر میں اس
تشبیہ کو جو اول سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی البتہ کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہے یہاں تو
تشبیہ مفرد کہیے تو بجا ہے تشبیہ فی البتہ کہیں گے تو وہی تشبیہ مرکب لازم آئے گی
بالجملہ بغرض توضیح مشار الیہا و دفع شبہ مسطور کا یہ ہیچمدان اور بھی کچھ رقم طراز ہے پر
اہل فہم و انصاف سے توجہ و اقرار حق کا خواستگار ہے۔ سنیے نبوت وہ کمال ہے جو مشتمل
جمال امور کثیرہ پر موقوف حدیث الرؤیا جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ سب ہی کو یاد ہو گی
بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھیے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت

کوئی امر بسیط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا
ہے ایسے ہی کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر
جیسے تناسب جمال کا کوئی ایک قاعدہ نہیں ہر حسین میں ایک جدا ہی تناسب ہے۔ علیٰ
ہذا القیاس تناسب کمالات نبوت بھی کا ایک ہی انداز پر نہیں ہوتا کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے
کہیں کوئی سو اگر دو نبیوں کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی
نبوت کے مماثل ہوگی نہیں تو نہیں مگر جیسے اہل عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے
اگرچہ فی حد ذاتہ ممکن ہو ایسے ہی دو کمال نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں معلوم نہیں ہوتے
ہاں جیسے آئینہ میں عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب ایسے ہی
عکوس کمال نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کا تناسب ہے۔ اگر کہیں فرق پڑے گا تو
آئینہ یا ہیئت معروض کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ
سے کہیں فرق پڑ جاتا ہے یعنی کہیں عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا
ہے بلکہ اس کی نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے علیٰ ہذا القیاس آئینہ بیرنگ میں جیسے
عکس برنگ اصل ہوتا ہے اور آئینہ سرخ و سبز میں عکس برنگ اصل نہیں رہتا۔ بلکہ الوان
آئینہ کی تابع ہو جاتا ہے ایسے ہی کیفیات عکوس نبوت میں اگر فرق پڑے گا تو اس کا باعث
کوئی کیفیت قابلہ آئینہ یا ہیئت معروض نبوت ہوگا جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی ہوگی تو آگے
سنئے تقریر متعلق معنی خاتم النبیین سے یہ بات تو سبھی اہل فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ موصوف بوصف
نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ صلعم ہی ہیں باقی اور انبیاء بالعرض اگر کمال نبوت آیا
ہے تو جناب ختم مآب صلعم ہی کی طرف سے آیا ہے مگر بایں لحاظ کہ ہر نبی کی روح
اس کی امتیوں کی ارواح کے لئے معدن اور اصل ہوتی ہے چنانچہ تقریر متعلق
آیۃ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم میں ادنیٰ تامل کیجئے تو اس پر شاہد ہے یوں سمجھ
میں آتا ہے کہ اور انبیاء رسول اللہ صلعم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں
غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں مستقل بالذات نہیں مگر یہ بات بعینہ وہی ہے
جو آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے غرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس ۔ دھوپ

ہیں بواسطہ ہوتا ہے جو اس کے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل
آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی
مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے
کوئی کمال ذاتی نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا
اور کسی نبی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہیں رہا ہو جہاں کہیں نبیکم فرمایا ہے اس میں بقا
تناسب کی جانب اشارہ ہے بہر حال بعد لحاظ معنے خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ
نبیکم یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اور زمینوں میں معکوس محمدی صلعم سے تناسب
کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبۃ ہونا بھی ظاہر ہو گیا
یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات معکوس میں بھی محفوظ ہے اس
صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ
اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی اور اگر یوں کہیے مشبہ بذات محمدی ہے اور مشبہ
فرادیٰ فرادیٰ ہر نبی کی ذات اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہیے نہ مرکب
سو ہماری طرف سے بھی سلمنا۔ مگر بہر حال مشبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ
تشبیہ تناسب داخلی یعنے تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنے تناسب بین
الانبیاء دونوں ہی کو کہنا پڑے گا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت
محمدی کے لئے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ جیسا آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ عکس
آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیے ایسے ہی
اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت
ان کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوں گے ان تمام
مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہو گی کہ درصورت
تسلیم اراضی دیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے
ہی نبی پاک کی جلوہ گری ہو گی۔ اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں
گے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورت انکار اراضی

ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ مگر ہاں شاید کسی صاحب کو یہ وسوسہ حیران
کرے کہ اگر اور چھ زمینوں کے بطور معلوم ہونے میں حضرت خاتم النبیین صلعم کی
فضیلت کو یہ افزائش ہے تو اور چھ خداؤں کے تسلیم کرنے میں مثلاً اسی طور خدا
کی خدائی کو بقدر معلوم افزائش ہوگی سو ہر چند یہ شبہ انہیں لوگوں کو ہو تو ہو جو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی برابر اور آپ کی نبوت کو خدا کی خدائی کے برابر
سمجھتے ہیں یعنے اس کے تعدد سے اس کا تعدد اور اس کی وحدت سے اس کی
وحدت پر ایمان لانے کو تیار ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں سے ہمارے کلام بھی نہیں
ہم تو کس شمار میں ہیں وہ تو خدا کی بھی نہیں مانتے ہاں بایں خیال کہ شاید کسی ایسے
ویسے سے سن سنا کر ہمیں اور کو دھوکا نہ پڑے یہ گذارش ہے کہ یوں تو اور بھی بہت سے
اوصاف منقسم بالذات و بالعرض نہیں ہوتے پر ایک خدائی دوسرے امکان خاص ان دونوں
میں فرق بالذات و بالعرض نہیں ہوتا جیسے امکان کے لئے ایک امکان بالذات ہی فرد
ہے امکان بالغیر کی گنجائش نہیں ورنہ واجب اور ممتنع بھی کبھی ممکن خاص ہو جایا کرتی
ہے۔ ایسے خدا کے لئے بھی ایک ہی بالذات کی صورت ہے ورنہ ممکن اور ممتنع بھی
کبھی نہ کبھی خدا ہو جاتی اور بھی نہیں تو ان کا خدا ہونا ممکن تو ہوتا سوا ان دونوں وصفوں
کے اور اوصاف مشہورہ خاص کر اوصاف مشترکہ بین الواجب والممکن میں دونوں
قسمیں ہوتی ہیں کہیں بالذات کہیں بالعرض باقی وہ بات جس سے امکان اور خدائی
کا قسم بالذات ہی کے ساتھ اختصاص سمجھ میں آجائے اور اوصاف باقیہ کا دونوں
قسموں کی طرف منقسم ہونا روشن ہو جائے یہ ہے کہ اکثر اوصاف کا ان دونوں قسموں
کی طرف منقسم ہونا تو سب ہی جانتے ہوں گے کہ کسی وصف کے ساتھ اگر قید بالذات
یا بالعرض لگا لیں اور اس وصف مع القید یعنی مقید کو دیکھیں تو پھر دوسری قسم کی
گنجائش نہ رہے گی ورنہ اجتماع الضدین لازم آئے گا۔ ظاہر ہے کہ سواد بالذات
بالعرض نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی صاحب فہم اس میں متامل نہ
ہوگا۔ ہاں فہم ہی نہ ہو تو پھر ان کا کچھ قصور نہیں سواد اور مفہومات تو ان دونوں

قید دں سے معریٰ ہیں اور مفہوم امکان میں یہ قیدیں ماخوذ ہیں۔ خدائی کا مفاد تو موجودیت بالعرض اور نبوت اور رسالت میں ظاہر ہے کہ یہ بات مقصود ہے۔ بلکہ مفہوم خدائی اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہیں تو یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں خدائی اور امکان مطلق ہو اور کہیں بالاضافۃ ہاں خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہے تو یہ فرق اطلاق اور اضافت یہاں جاری ہو سکتا ہے باقی اس کا اضافی ہونا اور ان کا اضافی نہ ہونا سب ہی جانتے ہوں گے میں کس لئے قلم گھساؤں ہاں یہ بات قابل گذارش ہے کہ امکان میں چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہے اور اس کے حق میں منجملہ ذاتیات ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہے بالذات ہی میں انحصار رہا کیونکہ امکان مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہے سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہاں امکان بالعرض ہونا چاہئیے تھا بالذات کیوں ہوں مفہوم موجودیت کو دیکھیں تو البتہ یہی حساب ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنات موجود فی الخارج ہوں یا مرتبہ اعیان ثابتہ میں ان کو تحقق ہو دونوں جا موجود بالعرض ہیں بالذات نہیں کیوں کہ یہاں وجود خارجی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے ہیں اور وہاں وجود باطنی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے اور سب جانتے ہیں کہ اوصاف انتزاعیہ موجود بوجود المنشا ہوتے ہیں جس سے موجودیت بالعرض نکلتی ہے موجود بالذات نہیں ہوتی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر و فذالکہ دلائل یہ عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کو بادشاہ کہا۔ آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ

ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود
مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی کہ بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی
ہے ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر
حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ
پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت
فقط اس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جا سکتی جتنی خاتمین ارضی سافلہ
کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔ مگر تعجب آتا ہے آج کل کے مسلمانوں سے کہ کس
تشدد سے اور خاتموں بلکہ خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں، تسپر ماننے والوں پر کفر
کے فتوے دیتے ہیں یا سنی نہ ہونے کا اتہام ہیں۔ یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے نک
والوں کو ناکو کہا تھا۔ خلاصہ نکٹوں خاطر منکرین اس صورت میں یہ ہوگا کہ رسول اللہ
صلعم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ صلعم سے اتنی محبت نہ کرو
دیکھو سنی نہ رہو گے سو اگر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام
سے کفر بہتر ہے اور سنت سے بدعت افضل امام شافعیؒ نے ان لوگوں کے مقابلہ
میں جو محبت اہل بیت بوجہ غلو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا شعر

ان کان رفضا حب آل محمد   فلیشہد الثقلان انی رافضی

ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلعم کی اس قدر زیادہ قدر سے
ان کے خیال سے سات گنی ہو جائے برا مانتے ہیں کہ قائلین زیادہ قدر کو کافر یا خارج
از مذہب اہل سنت سمجھتے ہیں اس شعر کو بدل کر یوں پڑھتے ہیں ع

ان کان کفرا حب قدر محمد   فلیشہد الثقلان انی رافض

یہ تو خلاصہ مطلب تھا اب خلاصہ دلائل بھی سن لیجئے کہ در بارہ وصف نبوت فقط
اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اس طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے
خاتم النبیین بھی آپ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ مگر یہ بات سات زمینوں

کے ہونے اور ہر زمین میں انبیاء کے ہونے پر اور پھر ان انبیاء کے وصف نبوت میں
معروض اور آپ کے واسطہ فی العروض ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک یہ بات
ثابت نہ ہو تب تک ثبوت مطلب متصور نہیں سو سات زمینوں کے ہونے پر ایک
تو یہ آیۃ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت دوسرے حدیث مسطور ایک جس کو من
اوّلہ الی آخرہ نقل کر چکا ہوں اور بعد ظہور توافق آیہ و حدیث اس باب میں ان
تفسیروں کا قول جنہوں نے سبع ارضین سے سبع اقالیم مراد لی ہیں یا ہفت طبقات
زمین واحد تجویز کئے ہیں معتبر نہیں ہو سکتا۔ خاص کر اہل فہم کے نزدیک کیونکہ آیہ
مذکورہ بھی بے معونت و معتبر حدیث مسطور تعداد ارضی پر اور وہ بھی بقدر ہفت
ایسی صاف دلالت کرتی ہے جیسے آسمانوں کے سات ہونے پر لفظ سبع سمٰوٰت جیسے
سبع سمٰوٰت کے معنے میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ سات ٹکڑے ہیں یا سات برج مثلاً یا سات
طبقے ایک آسمان کے ہیں۔ ایسے ہی یہاں یہ خیال باطل نہ باندھنا چاہیے۔ اور ہر زمین
میں انبیاء ہونے کی دلیل بھی قطع نظر اس ثبوت کے جو اوپر مرقوم ہوا بدستور مضمون
سابق ایک آیۃ ہے اور ایک حدیث آیۃ تو یہی اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض
مثلھن یتنزل الامر بینھن۔ اور حدیث وہ اثر حضرت عبداللہ بن عباسؓ جس کی
طرف اوپر اشارہ گذرا دلالت اثر ظاہر ہے پر دلالت آیۃ میں البتہ اتنی تفصیل نہیں
سو یہ اسی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر آیات اسی طرح اپنے مطالب پر دلالت کرتے
ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ما قلّ و کفیٰ خیر مما کثر و الھیٰ یا ما قلّ و دلّ
خیر مما کثر و املّ سو تمام آیات میں یہی ہے کہ الفاظ قلیل و معانی کثیر لیکن فہم
ہو تو جتنا پورا پورا بیان مطالب کلام اللہ کے الفاظ میں ہوتا ہے وتنا اور الفاظ اور
بیانات تو در کنار الفاظ حدیث میں بھی نہیں پر تھوڑے سے الفاظ میں مطالب
کثیرہ جو مجتمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے الفاظ جدے نہیں ہوتے یعنی
ہر ایک مطلب کے لیے جدا لفظ نہیں ہوتا اسلئے ہم سے جاہلوں کو بسا اوقات
معلوم نہیں ہوتے بدلالت شرح صحیح جو احادیث نبوی صلعم ہیں البتہ بڑے

بڑے مطالب تھوڑے سے تھوڑے الفاظ سے نکل آتے ہیں غرض احادیث نبوی
صلعم قرآن کی اول تفسیر ہے اور کیوں نہ ہو کلام اللہ کی شان میں خود فرماتے ہیں
ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء جب کلام اللہ میں سب کچھ ہوا یعنے ہر
چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث میں بجز تفسیر قرآنی اور کیا ہوگا اور یہ
بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن دان بھی کوئی
نہ ہوگا اس صورت میں جو کچھ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے وہی صحیح ہوگا اگر آپ
کی طرف کوئی قول منسوب ہو اور عقل کے مخالف نہ ہو تو گو باعتبار سند اتنا قوی
نہ ہو جیسے ہوا کرتی ہیں تب بھی اور مفسروں کے احتمالوں سے تو زیادہ سمجھنا چاہیے
اس لیئے کہ اقوال مفسرین کی سند بھی تو اس درجہ کی کہیں کہیں ملتی ہے پھر انکی فہم
کا چنداں اعتبار نہیں ہوسکتا کہ ہے ان سے خطا ہوئی ہو تو پھر جب باعتبار سند
بھی برابر ہوئی اور ایک آپ کا قول ہو دوسرا کسی دوسرے کا تو بیشک آپ ہی کا قول معلوم
سمجھا جائے گا۔ اور اگر سند بھی حسب قانون اصول حدیث اچھی ہو تو پھر تو تامل کا کام
ہی نہیں سو دیکھیے لفظ تنزل کے اگر یہ معنے بیان کیے جائیں کہ نزول اوامر و
نواہی اور تنزل وہی ہوتا ہے اور اثر مذکور اس آیت کی شرح کہی جائے تو بایں وجہ کہ
بالمعنے مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح بیشک تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ بلکہ یہ قصہ ایسا ہو
جائے گا جیسے کسی اندھے کی آنکھیں بنا کر اس سے پوچھیں آفتاب کہاں ہے اور
وہ ٹھیک بتلا دے اور آفتاب کو دیکھ کر اس کو چھینک آئی تو جیسے آفتاب کا اس جا پر
ہونا اس کی بینا ہو جانے پر شاہد اور اس کا بینا ہو جانا آفتاب کے اس جگہ ہونے
پر ایسی ہی آیہ تو اثر مذکور کی مصدق ہے اور اثر مذکور آیہ کی مصدق اس پر مجھ کو ایک
نقل یاد آئی۔

نقل حضرت جنیدؒ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا
تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنیدؒ
نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس

قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت سے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا
اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے
آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں
سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم
ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی سو ایسے ہی یہاں بھی سمجھئے
کہ آیت مذکور بتفسیر مشار الیہ تو اثر مذکور کی مؤید اور اثر مذکور کے موافق بالجملہ قوی
احتمال اس آیت میں نزول وحی ہوتا ہے پھر بینہن کی ضمیر یا تو فقط ارض مع مثلہن کی
طرف راجع ہوگی اور بوجہ قرب اس طرف زیادہ دھیان جاتا ہے یا سموٰت اور
ارض مع مثلہن سب کی طرف بہر حال مطلب یہی ہوگا سو نزول امر بین السموٰت تو حدیث
ترمذی سے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں معلوم ہو چکا۔ اور یہاں اس آیہ اور اس
اثر سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہے۔ نہایت مافی
الباب ملائکہ کو حسب اصطلاح نبی نہ کہیے پر بمعنے نزول امر بہر حال ثابت ہے اور
یہ بات پہلے ثابت ہو چکی کہ یہ زمین سب زمینوں سے اوپر ہے اور زمینیں اوپر
تلے اس کے تلے واقع اور نزول اوپر سے کسی چیز کے آنے کو کہتے ہیں اس صورت
میں نزول امر ادھر سے اُدھر کو ہوگا تاکہ مضمون بینہن متحقق ہو۔ کیونکہ اگر نزول
احکام الٰہی اور امنی باقیہ میں بواسطہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تو در
صورتیکہ مرجع ضمیر جمیع مذکور ہیں اور امنی بھی داخل ہوں تو یوں نہ فرماتے بلکہ یتنزل
الامر فیہن یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اس کی تصحیح میں بیہودہ تاویلیں جب کیجیے
جو معنے متبادر کے لینے میں کچھ دقت ہو بلکہ انصاف سے دیکھیے تو معنے حقیقی یہی ہیں
کہ ادھر سے اُدھر کو نزول سمجھا جائے۔ اور وحی مذکور بواسطہ محمد رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نیچے کے انبیاء کو اس طرح پہنچے حکام کے احکام ملازمان بالادست
کے واسطے سے ملازمان ماتحت کو پہنچتے ہیں اور وہ مضمون علمت علم الاولین
والاٰخرین بنسبت انبیاء ماتحت اسطرح سے درست ہو کہ اول آپ کو وحی آئی

اور بعبیر ملائکہ کے واسطہ سے ان کو پہنچی اور یہ نہیں تو نہ سہی مجرد حصول جمیع علوم ہی
کافی ہے یوں ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین بذرا حاصل ہوئے باقی رہا آپ کا وصف نبوت
میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا
آپکے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معنے خاتمیت پر موقوف
ہے. جس کی شرح و بسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہوں اب یہ گذارش ہے کہ مضامین سابقہ
کو فرادی فرادی اگر دیکھئے تو عجب نہیں کہ بعضے مجتنی الامتی تسلیم میں کچھ حیلہ وحجت
کریں اور بعضے نامعقول معقولی باین خیال کہ اکثر استدلالات مذکورہ انی ہیں سو کیا
اعتبار انکار سے پیش آئیں پر اہل فطانت و فراست اور اہل حدس سے تو یوں امید
ہے کہ جیسے اختلاف تشکلات کو دیکھ کر بعد ملاحظہ قرب و بعد باہمی ولحاظ کردیت
ارض و سمایہ سمجھے کہ نور قمر نور آفتاب سے مستفاد ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین
مشتورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء
ماتحت کمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں اور جیسے اختلاف تشکلات
وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب میں کافی نہیں اسی طرح مضامین مذکورہ فرادی فرادی
کو کسی بدفہم کو کافی نہ معلوم ہوں پر سب ملکر لاریب مضمون معلوم پر اتنی تو دلالت
ضرور کرتی ہے جتنی اختلاف تشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکورہ پر یا یوں کہئے جیسے
بہت عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ مطلق پیدا ہو جاتا ہے اور خاصہ بن جاتا
ہے چنانچہ رسم ناقص ایسا خوبی کے دیکھنے سے ظاہر ہے ایسے ہی دلائل مذکورہ
اگر کسی کی نظروں میں تنہا تنہا تام بھی ہوں تو سب ملکر مطلوب مذکور کے مساوی
ہی ہو جاتے ہیں مگر یہ بات بطور تنزل وخرم و احتیاط معروض تھی ورنہ نظر غایر
اور فکر صائب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل وقاد اور قلب ذکی ہو تو سب
امور مذکورہ منجملہ خواص ختم نبوت مطلق ہیں قلت فرصت و کثرت مشاغل و تقاضا
رسائل نہ ہوتا تو انشاء اللہ اس دعوے کے ثبوت اجمالی کو مفصل لکھتا سو جیسے دھوپ
کو دیکھ آفتاب کے طلوع میں اور دھواں دیکھ کر آگ کے وجود میں اور خوشبو سونگھ کر

عطر کے ہونے میں ادنیٰ اور کسی کی آواز سن کر اس کی یا مطلق انسان کے ہونے میں تامل
نہیں رہتا۔ ایسے ہی امور مذکورہ سے ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تامل نہیں
اور یہیں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمام استدلالات اپنی محل تامل نہیں ہوتے ورنہ خدا کی
خدائی جو عالم کو دیکھ کر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو
اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے یا کسی کی ذکاوت کسی کی عبادت کسی کی سخاوت
کسی کا بخل کسی کی شجاعت کسی کا جبن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہیں سب محل تامل
ہو جائیں بجز اس کے کیا کہا جائے گا کہ یہ امور تنہا تنہا گو اس مدلولات میں یا مثل
عوارض عامہ مشترک ہیں مگر مجتمع ہو کر خاصہ بن جاتے ہیں جیسے خوارق اور اخلاق حمیدہ اور دعوت
الی الدین سوا نبی کے کسی اور میں نہیں ہوتی ایسے ہی اور مسطورہ اوراق گذشتہ
جو دربارہ اثبات خاتمیت بطور مذکور ذکر کیے گئے ہیں تنہا تنہا یا باہم ملکر مطلوب معلوم کے
ساتھ خاص ہیں اب یہ گذارش ہے کہ بعد آیۃ اللہ الذی خلق سبع سموات کی یہ تفسیر
کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہے میں
نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنے مطابقی آیہ اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں
تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث من فسر القرآن
برایہ فقد کفر یہ شخص کافر ہو گیا پر اس صورت میں یہی گنہگار تنہا کافر بنے گا یہ تکفیر
بڑی بڑوں تک پہنچے گی۔ ہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں
سنئے مفہوم کلی ہزار ہا افراد پر منطبق آتا ہے۔ ہر فرد میں اس کے لئے احتمال صحیح
ہوا کرتا ہے سو اگر آیات قرآنی میں کوئی امر کلی مذکور ہو تو دربارہ احتمالات فرد
ہے خواہ ان میں باہم نسبت توارد علی سبیل البدلیہ ہو یا نہ ہو وہ آیہ مجمل ہوگی سو ان
احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بے دلیل متعلق کر دینا یا بے قرینہ راجح سمجھنا
در پردہ دعوی نبوت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص آج کافر گنا جاتا ہے ہاں اگر
کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ
کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے تو ہرگز کفر نہیں ورنہ ہمیشہ تک دقائق و نکات

کا نکتے چلے آنا جیسے بعض الفاظ احادیث مرفوعہ مثل لایشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا ینقضی عجائبہ اس پہ دلالت کرتے ہیں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے ہاں جب کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے اور اس کو تفسیر بالرائی اعنی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفسہ کہہ سکتے ہیں ورنہ تفسیر بالرائی کیوں کہتے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو اگر توضیح بالمثال مد نظر ہے تو سنئے کہ عقل ایک خوردبین اور دوربین معلومات دقیقہ اور مضامین دور دراز سمجھئے جیسے اجسام صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین و دوربین خوب واضح اور پاس معلوم ہوتے ہیں ایسے ہی بوسیلہ عقول صافیہ و سلیمہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ واضح اور اقرب الی الذہن معلوم ہوتی ہیں مگر جیسے مدرکات خوردبین و دوربین حقیقت میں عین معلوم نہیں ہوتا اور نہ فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نہ تھی بلکہ معلوم کی ایک مثال اور شبح ہوتی ہے ایسے ہی وقت ادراک معلومات دقیقہ و بعیدہ کنہ یا وجہ جو کچھ ذہن میں آتی ہے ایک مثال اور شبح مضامین مذکورہ سمجھئے مگر جیسے شبح آئینہ میں علاوہ اعضاء و اجزاء ذی شبح رنگ آئینہ بھی جو کچھ ہو سبز فرض کیجئے یا سرخ لاحق ہو جاتا ہے اور اس رنگ کو اثر ذی شبح نہیں کہہ سکتے اثر آئینہ کہتے ہیں ایسے ہی کہئے بعض مضامین زائد از اصل معلوم شبح معلوم کو ذہن میں آ کر لاحق ہو جاتے ہیں اور اس لحوق کے باعث ان کو اصل معلوم کی طرف نسبت نہیں کر سکتے بلکہ ذہن عالم کی طرف کئے جائیں گے جب یہ مثال اور یہ تمہید ذہن نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ تفسیریں امر مجمل کو واضح کر دیتی ہیں کچھ بڑھاتی گھٹاتی نہیں انسان کو اگر حیوان ناطق کہا تو ایک امر مجمل کو واضح کر دیا ہے زائد از اصل کچھ بڑھا نہیں دیا سو بعینہ وہی خدمہ ہے جو ادراک خوردبین میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی تصویر کہیں تو بجا ہے اور سفید جسم کو اگر سبز آئینہ کی خوردبین سے دیکھیں تو اس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ میں لاحق ہو جاتا ہے اور رنگ اصلی معلوم ہو جاتا ہے تفسیر بالمراۃ کہیں تو زیبا ہے ایسے ہی

وہ مضامین جن سے مرتبہ اجمال میں کچھ تعرض نہ ہو اور کسی کی رائے یعنی عقل کی جانب سے لاحق ہو جائیں تو پھر ان کو تفسیر بالرائے کہیں تو کیا بے جا ہے بہرحال تفسیر مثل ایضاح خورد بین توضیح ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اور ایجاد نہیں ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے اشیا معدومہ موجود نہیں ہو جاتی سو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا بے از قسم توضیح مقدار ہے ایسے کسی رنگ کا صاف نظر آنا توضیح لون سفید کا سیاہ یا سرخ و سبز معلوم ہونا توضیح رنگ سفید نہیں بلکہ تغییر رنگ ہے جس میں ایک رنگ کا اعدام اور دوسرے رنگ کا ایجاد ہے اس تقریر پر یہ شبہ کہ مقدار زائد بھی اصل حقیقت سے زائد ہے مرتفع ہو گیا دوسرے جس چیز کا ادراک بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہوا کرتا ہے اس قسم کی جو بات بوسیلہ مرایا معلوم ہو گی منجملہ تفسیر سمجھی جائے گی۔ سو وہ بات اگر اصل مجمل ہے تب تو تفسیر بالاصل ہو گی نہیں تو تفسیر بالمرآۃ کہیں گے۔ اور جو چیز بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہی نہیں ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہوتی تو اس کو تفسیر کیوں کہیے تغییر تو اس کو کہنا چاہیے جس سے کوئی اجمال مبدل بہ تفصیل اور کوئی اشکال مبدل بانحلال ہو اور ظاہر ہے کہ مقادیر اور مواضع بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب نہیں ہوا کرتے ورنہ لازم آئے کہ اصل مقدار اشیاء مبصرہ بالمرایا اور مواضع اشیاء مذکورہ وہ ہوا کریں جو بوسیلہ خوردبین یا دوربین معلوم ہوں بالجملہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل و مفسر میں اصلا نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے ہی عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شامل کی جائیں اس کو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پر حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتی۔ بلکہ دو کلاموں بدلالۃ کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں۔ ہاں اگر تفسیر کے ایسے معنے عام لیجیے جس میں یہ بھی شامل ہو جائے تو پھر اختیار ہے لا مشاحۃ فی الاصطلاح بہرحال ایسی صورت میں تفسیر بالدلیل یا تفسیر بالقرینۃ کہیں گے تفسیر بالرائے نہ کہیں گے

الغرض ناظران اوراق کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ بے وجہ فوارہ کفر نہ بنیں کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا چھینٹا جڑ دیا مولویوں کا کام یہ نہیں کہ مسلمان کو کافر بنائیں ان کا کام یہ ہے کہ کافروں کو مسلمان کریں اعتبار نہ ہو تو پہلے علماء کے افسانے یاد کر دسو اس زمانہ کے علماء سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جس کا اسلام برائے نام ہے دستگیری فرما کر ورطہ ہلاکت سے نجات دیں اور ساحل سعادت تک پہنچائیں۔ وما علینا الا البلاغ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ کتبہ العبد المذنب محمد قاسم الصدیقی النانوتوی

جواب دیگر از علمائے لکھنؤ

ھو المصوب مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہے حاکم نے اس کے حق میں صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا۔ اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتمدہ بیان نہیں ہوئی اور زمین کے طبقات جدا گانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر طبقہ میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہاں کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ لا تناہی سلسلہ کی باطل ہے لاجرم ہے کہ ہر طبقہ میں ایک مبداء سلسلہ ہوگا وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا مگر وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ کیا۔ پس بنا بر علیہ اواخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے۔ اب یہ تین احتمال ہیں ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ ہمعصر ہوں احتمال اول بحدیث لا نبی بعدی وغیرہ باطل ہے۔ اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت خاتم انبیاء طبقات ہونگے اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلعم کی مخصوص ساتھ ایک ہی طبقہ کے ہو اور آپکی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت

ہو اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہو و دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ متبع شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو احتمال اول بسبب عموم رسالت و بعثت نبویہ کے جس سے صاف آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماء اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپکی عام ہے اور جو نبی آپکے ہمعصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسیٰ میں نقل کرتے ہیں۔

قال السبکی فی تفسیر لما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذالک وفیہ من التنویہ وتعظیم قدرہ مالا یخفٰی وفیہ مع ذالک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم فیکون نبوۃ و رسالۃ عامۃ لجمیع خلقہ من زمن اٰدم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء و اممہم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء ولو اتفق بعثہ فی زمن اٰدم ونوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی وجب علیہم وعلی اممہم الایمان بہ ونصرتہ ولہٰذا یاتی عیسٰی فی اٰخر الزمان علی شریعۃ ولو بعث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی زمانہ او فی زمان موسٰی وابراہیم ونوح واٰدم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی ٭

اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمٰن میں لکھتے ہیں مقتضی ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وی رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع وے عام باشد و ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وے بروے اتباع وے فرض است و شرائع انبیاء ہمہ رسل و اجزاء شرع مستمد از خاتم الرسالت اند چونکہ شرع وے عام باشد پس دیگرے صاحب شرع نباشد انتہٰی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباسؓ صحیح و معتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ میں وجود انبیاء ثابت ہے اور بسبب بطلان لاتناہی سلسلہ کے ہر ایک طبقہ میں ایک آخر انبیاء بہ نسبت اس طبقہ کے ہونا مرکوز ہے لیکن مطابق عقائد اہل سنت یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی

٭ اممہم والنبی علیہ السلام نبی علیہم و رسول الی جمیعہم انتہٰی ٭

عام تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہمعصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم انکا بنسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا اور تفصیل ان سب امور کی میں نے کما حقہ اپنے دو رسالوں میں ایک مسمّٰی بالایات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمّٰی بہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے ہر گاہ یہ امر مہید ہو چکا پس سمجھنا چاہیے کہ زید کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے لکھی ہے ہر گاہ ماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث تعدد و ثبوت خواتم طبقات ثانیہ کا قائل ہے مخالف اہلسنت کے نہیں ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ متبع سنت مگر ہاں اگر نبوۃ محمدیہ کو ساتھ اسی طبقہ کی خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر خلاف نصوص و خلاف کلمات علماء معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل ہو اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء و طبقات کے سمجھتا ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کو اضافی کہتا ہو تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الغی ابو الحسنات محمد عبد الحی۔ واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب ابو الجیش محمد جمیعی کتبہ ابو الحیاء محمد نعیم غفر اللہ العلی الرب الحکیم اصاب المجیب کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفا اللہ عنہ البادی اور عدم تکفیر و تفسیق و خروج پہ علماء دیوبند و سہارنپور و گنگوہ و الہ آباد و آگرہ اور سورت نے اتفاق کیا۔ والحمد للہ علی ذالک اور سب جوابوں کو حرف بحرف لکھنے کی ضرورت نہیں کہ سب کے مطالب ان دونوں جوابوں میں آگئے فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکملہ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ

اما بعد بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہٗ وکان ہو للہ آمین اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اور محدثین اور مفسرین اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے گنجائش نہیں ملتی اسلئے یہ گروہ حضرات اولیا اور عارفین کے ناتمام اقوال قطع وبرید کرکے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ عوام ان حضرات اولیا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ انکی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے البتہ بزرگوں کے ان مبہم اور مجمل کلام کو نقل کردیتے ہیں کہ جو کہ ان بزرگوں سے ایک خاص حالت سکر میں نکلا ہے جو باتفاق علماء حجت نہیں جیسا کہ منصور نے ایک خاص بیخودی کی حالت میں انا الحق کہہ دیا۔ مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو تائب ہوگئے تو کیا کوئی عاقل منصور کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کرسکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندہ کو بھی مل سکتی ہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے معنے یہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہو سکتا البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے حاشا وکلا یہ صریح کفر اور ارتداد ہے اسی طرح لا نبی بعدی میں یہ تاویل کرنا کہ حضور کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔

اسی سلسلہ میں آجکل مرزائی حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا نام نامی لے رہے ہیں کہ معاذ اللہ مولٰنا محمد قاسم صاحب بھی خاتم الانبیاء کے بعد نئے نبی کا آنا جائز رکھتے۔ یہ مولانا پر صریح بہتان اور افترا ہے اس بارہ میں حضرت مولٰنا کا تحذیر الناس کے نام سے ایک مختصر رسالہ ہے جو عجیب وغریب حقائق

ومعارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مشتمل ہے۔ ناظرین تو قصور فہم کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور زائغین اور ملحدین نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس رسالہ کی ناتمام عبارتیں ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کردیں جس سے عوام اور سادہ لوح، تردد اور تحیر میں پڑ گئے اس لیے بہ تقاضائے اصلاح یہ ضروری سمجھا کہ مولانا محمد قاسمؒ کے کلام کا خلاصہ سلیس عبارت میں پیش کردیا جائے تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ ہوجائیں فاقول واللہ بالتوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وھو الہادی الی سواء الطریق ۔

خاتمیت ایک جنس ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری رتبی خاتمیت زمانیہ کے معنے یہ ہیں کہ حضور سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور خاتمیت رتبیہ کے معنے یہ ہیں کہ نبوت ورسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور کی ذات بابرکات پر ختم ہیں۔ اور نبوت چونکہ کمالات علمیہ میں سے ہے اسلیے خاتم النبیین کے معنے یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لیے ممکن ہے وہ آپ پر ختم ہوگیا اور حضور پرنور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم ہیں اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور کی خاتمیت فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں دونوں قسم کی خاتمیت حضور کو حاصل ہے اسلیے کمال مدح جب ہی ہوگی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور حضور کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص۹ پر تحریر ہے فرماتے ہیں۔

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات

نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسٰے الا انہ لانبی بعدی
اوکما قال۔

چونکہ یہ بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے، گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا کہ تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتہی کلامہ۔

اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے مولانا مرحوم اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور کے لئے ایک اور معنے کر خاتمیت فرماتے ہیں جس سے حضور کا تمام اولین اور آخرین سے افضل اعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضور پر نور کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ اور علوم اولین و آخرین کے معدن اور منبع ہیں جس طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے اسی طرح تمام علوم اور کمالات کا سلسلہ حضور پر ختم ہوتا ہے۔

معاذ اللہ مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت رتبیہ کی فضیلت بھی حضور کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضور کی تمام اولین و آخرین پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو۔ اور خاتمیت زمانیہ اور رتبیہ میں فرق یہ کہ خاتمیت زمانیہ کے اعتبار سے حضور کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے، اور خاتمیت رتبیہ کے اعتبار سے بالفرض محال اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو

تو حضور کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بہر صورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے، آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح بالفرض اگر حضور پر نور تمام انبیاء سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی احتمال عقلی کے درجہ میں ہے ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضور کے بعد نبی کا آنا محال ہے اسی طرح خاتمیت رتبیہ میں بھی آپ کے بعد نبی کا آنا محال ہے اس لئے اگر انبیاء متاخرین کا دین، دین محمدی کے مخالف ہوا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ جو حق تعالیٰ شانہ کے اس قول

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا

کے خلاف ہے نیز جب علم ممکن للبشر آپ پر ختم ہو چکا تو آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت رتبیہ کے لئے خاتمیت زمانیہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی الخ یہ لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضور کی خاتمیت رتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور کا یہ فرمانا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا، تو ظاہر ہے کہ حضور کا مقصود یہ نہیں کہ آپ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور کی خاتمیت

اور عمر کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک چاند نہیں بلکہ ہزار چاند ہوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہوگا تو اس یہ مطلب نہیں کہ حقیقۃً ہزاروں چاند ہیں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم ہے اور منتہا ہے کہ اگر بالفرض ہزار چاند بھی ہوں تو ان کا نور بھی اسی سے مستفاد ہوگا۔

اس بالفرض ہزار چاند الخ کہنے سے آفتاب کی فضیلت دوبالا ہوجائیگی کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں بلکہ اگر جنس قمر کے اور بھی ہزاروں افراد فرض کر لیے جائیں تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہوگا اسی طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام افراد نبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود ہے خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی محقق ہوں یا مقدر ممکن ہوں یا محال اور یہ کہ حضور پر نور سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں زمانۃً بھی اور رتبۃً بھی

مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا آنا شرعاً جائز ہے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور کے بعد نبی کا آنا شرعاً ممکن الوقوع ہے وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ مولنٰنا محمد قاسمؒ مناظرہ عجیبہ کے صد ۳۹ پر لکھتے کہ خاتمیت زمانیہ اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔

پھر اسی کتاب کے صد ۱۰۳ پر لکھتے ہیں امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین وایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس قائل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں انتہیٰ۔

ناظرین باتمکین مولانا محمد قاسمؒ کے ان عبارات اور تصریحات کے بعد خود انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسم خاتمیت زمانہ کے منکر ہیں حاشا وکلا وہ

تو خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور کے لئے ایک اور خاتمیت یعنی خاتمیت رتبیہ ثابت کرتے ہیں تاکہ حضور کی فضیلت وسیادت خوب واضح اور نمایاں ہو جائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و علینا معھم یا ارحم الرحمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حضرات صوفیاء کرام اور مسئلہ ختم نبوت)

علمائے شریعت کی طرح تمام صوفیائے کرام بھی اس پر متفق ہیں کہ نبوت و رسالت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور حضور پر نور کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ

اور یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے کہ نبوت و رسالت بالکل ختم ہو چکی البتہ نبوت و رسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں جو اولیاء امت کو عطا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کشف اور الہام اور رویائے صادقہ (سچا خواب) اور کرامتیں اس قسم کے کمالات نبوت کے اجزاء ہیں۔ وہ ضرور باقی ہیں۔ لیکن ان کمالات کی وجہ سے کسی شخص پر نبی کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں اور نہ ان کے کشف اور الہام پر ایمان لانا واجب ہے ایمان فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے۔ نبی کا تو خواب بھی وحی ہے مگر ولی کا خواب اور الہام شرعاً حجت نہیں۔ نبی کے خواب سے ایک معصوم کا ذبح کرنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی کے الہام سے قتل کا جواز تو کیا ثابت ہوتا اس استحباب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمالات اور خصلتیں بادشاہ اور وزیر کی سی پائی جائیں تو اس بناء پر وہ شخص بادشاہ اور وزیر نہیں بن سکتا۔ اور اگر کوئی اس بناء پر بادشاہت اور وزارت کا دعویٰ کرے اور اپنے کو وزیر اور بادشاہ کہنے لگے تو فوراً گرفتاری کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص میں

نبوت کے پیرائے تام کچھ کمالات پائے جائیں تو اس سے اس شخص کا منصب نبوت پر فائز ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرے تو وہ مرتد اور اسلام کا باغی سمجھا جائے گا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا اور نہ کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق جائز ہے البتہ نبوت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں۔ مگر کمالات نبوت اور اجزاء رسالت سے متصف ہونا اتصاف بالنبوۃ کو مستلزم نہیں۔ تفصیل اگر درکار ہو تو مسک الختام فی ختم النبوۃ علے سید الانام (جو اس ناچیز کا رسالہ مکتبہ صدیقیہ ملتان سے شائع ہوا ہے) اس کی طرف مراجعت کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مولینا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس اللہ سرہ الشہاب ص۳۸ میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریعی کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ مگر اس گروہ کو نبی نہیں کہا جا سکتا ہے چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس فی النبوۃ ھذا وغیرہ ومع ھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو بتلایا کہ خواب سچا اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوۃ میں سے یہ جزو (رویا) وغیرہ باقی رہ گیا ہے لیکن اسکے باوجود نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز مشرع (امر و نہی لانیوالا) کے اور کسی پر نہیں بولا جا سکتا تو نبوت میں ایک خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ سے اس نام کی (نبی) بندش کر دی گئی۔

کمن یوحی الیھا فی المبشرات وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیا فتفطن لعموم رحمۃ اللہ فما تطلق النبوۃ الا لمن اتصف بالمجموع فذالک النبی وتلک النبوۃ التی حجرت علینا وانقطعت فان من جملتھا التشریع بالوحی الملکی فی التشریع وذالک لا یکون الا للنبی خاصۃً۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۳)

جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوۃ میں سے ہیں اگرچہ صاحب مبشرہ نبی نہیں ہوجاتا۔ پس رحمت الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوۃ کا اطلاق اسی پر ہوسکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو وہی نبی ہے، اور وہی نبوۃ ہے جو منقطع ہوچکی اور ہم سے روک دی گئی کیونکہ نبوۃ کے اجزاء میں تشریع بھی ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے

اور یہ بات

صرف نبی

کے ساتھ مخصوص ہے

شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد بعد ارتفاع النبوۃ الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالٰھیۃ والنواھی فمن ادعاھا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق بھا شرعنا او خالف۔

نبوۃ اٹھ جانے کے بعد آج اولیاء کیلئے بجز تعریفات کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر و نواہی کے سب دروازے بند ہوچکے اب جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے خواہ شریعت ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

(فتوحات مکیہ ص۵۱ ج ۳)

صوفیائے کرام کے شطحیات

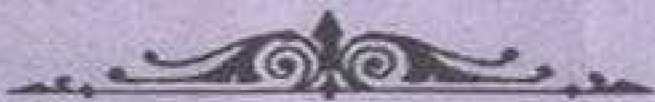
حضرات صوفیائے کرام کے یہاں ایک خاص باب ہے جس کو شطحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور خود فتوحات مکیہ میں اس کا ایک باب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات صوفیہ پر کچھ باطنی حالات گذرتے ہیں جو ایک سکر اور بے خودی کی حالت ہوتی ہے اس حالت میں ان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو قواعد شریعت اور کتاب وسنت کے نصوص پر چسپاں نہیں ہوتے جیسے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی اور جب ہوش میں آتے ہیں تو ایسے کلمات سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں

خود حضرات صوفیہ کی ان شطحیات کے بارے میں تصریحات موجود ہیں کہ کوئی شخص ہماری ان باتوں پر عمل پیرا نہ ہو کہ جو ہم سے ان خاص حالات میں بے اختیار صادر ہوتی ہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ حالات نہ گذرے ہوں اس کو ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی جائز نہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہمارا کشف اور الہام کسی پر حجت نہیں ہمارا کشف صرف ہمارے لئے ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر یہ حکم بذریعہ وحی نازل ہوا ہے خواہ وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا مخالف اگر وہ مدعی عاقل بالغ ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور اگر عاقل بالغ نہیں تو اس سے اعراض کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو فاروق اعظم جیسے شخص کا بیخودی میں یہ حال ہوا کہ تلوار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صدیق اکبرؓ آئے اور ان کلمات کو سنتے ہوئے گذر گئے۔ اور منبر نبوی پر جا کر خطبہ دیا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم انك ميت وانهم ميتون صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے خطبہ سے

ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ اور فاروق اعظمؓ کو بھی اس حالت سے افاقہ ہو گیا اب قابل غور امر یہ ہے کہ فاروق اعظم کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ غلبہ حال میں نکلے حقیقت کے بالکل خلاف تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک سکر اور بیخودی کی حالت تھی اسلئے صحابہ نے حضرت عمر کو معذور سمجھ کر سکوت کیا اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور اتباع صدیق اکبرؓ کا کیا کیونکہ وہ مغلوب الحال نہ تھے

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر خلیفہ بلا فصل ہوئے نبی کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو حال پر غالب ہو اور جس پر حال غالب آجائے وہ خلیفہ بلا فصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انبیاء کرام کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتے انبیاء کرام ہمیشہ حال پر غالب رہے ہیں اس لئے حضرات صوفیہ کے اس قسم کے شطحیات شرعاً حجت نہیں اور نہ ان کا اتباع جائز ہے البتہ وہ حضرات معذور ہیں اور ان پر ملامت جائز نہیں جیسے حضرات صحابہ نے نہ تو فاروق اعظم کا اس قول میں اتباع کیا۔ اور نہ ان پر کوئی ملامت کی مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرات صوفیہ کے ان اقوال کا ہرگز اتباع نہ کریں جو ان سے تمام حالات میں بے اختیار نکل گئے۔ بلکہ ان کے اقوال کا اتباع کریں جو انہوں نے سلسلہ عقائد میں بیان میں لکھے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین۔

ختم شد



کتابت : عبدالرؤف ساغر :

احمد رضا خان صاحب بریلوی کی علمی دیانت کا ایک نمونہ

اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی "تحذیر الناس" ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہے مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ (حسام الحرمین مطبوعہ ۱۹۷۵ء صـ۲۰)

والقاسمية المنسوبة الى قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو القائل فيه ولو فرض فی زمنه صلی الله تعالى عليه وسلم بل لوحدث بعده صلی الله تعالى عليه وسلم نبی جديد لم يخل ذالك بخاتمية و انما يتخيل العوام انه صلی الله تعالى عليه وسلم خاتم النبيين بمعنى آخر النبيين مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم الى آخر. (حسام الحرمین طبع ۱۹۷۵ء صـ۱۹)

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں مسلسل نہیں ہے بلکہ اس ایڈیشن کے مندرجہ ذیل صفحات میں متفرق جگہ درج ہے قارئین خود ملاحظہ فرمالیں۔

- بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ صـ۳
- بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ صـ۲۴
- عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

نوٹ

اور پھر طرہ یہ کہ ان جملوں کے معنی بھی فاضل بریلوی نے خود ساختہ پہنائے ہیں۔ ان جملوں کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے مولانا ادریس کا تکملہ ضرور ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ ۵۳ سے آخر کتاب تک درج ہے۔

[illegible]


DKU-3054